پیارے خلیفہ

مائل خیرآبادیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صحابہ وصحابیات رضی اللہ عنہم دنیا کے وہ عظیم انسان ہیں جو انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں سے بزرگ و برتر ہیں۔ ان کی زندگی کے کارنامے وہ کارنامے ہیں جن کے باعث اللہ اور اللہ کا رسولؐ ان سے راضی اور خوش ہوا۔

جب ہم ان بزرگوں کی زندگی کے حالات پڑھتے ہیں تو ہمارا دل کہنے لگتا ہے کہ جو کچھ ان بزرگوں نے کیا وہی ہم بھی کریں۔ ہمارے اندر دین پر جمنے اور اسے قائم کرنے کی ایک لگن پیدا ہوتی ہے۔ اور ہم محسوس کرتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ یہ مبارک ہستیاں پیدا نہ فرماتا تو دین اپنی صحیح شکل میں ہمارے سامنے نہ آتا۔ بنی نوع انسان کے لئے انبیاء کرام کے بعد انہی بزرگوں کی زندگی میں زندگی بسر کرنے کا بہترین نمونہ ہے۔ یہ بزرگ جس طرح تحریکِ اسلامی کو لے کر آگے بڑھے حمایتِ رسول میں انھوں نے جو قربانیاں دیں اور جس جوش و استقامت سے اُسے پھیلایا وہ عام طور پر دنیا کے تمام انسانوں اور خاص طور پر مسلمانوں کی تربیت کے لئے بہترین تذکرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان بزرگوں کا تذکرہ تمام پڑھنے والوں کے لئے رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بنے۔ (م)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ، مکّے کے مشہور خاندان قریش کے ایک بڑے گھرانے (بنو تیم) میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام ابو قحافہ رضؓ اور والدہ کا نام سلمیٰ تھا۔ آپ مکہ معظمہ کے اُن چار خوش نصیبوں میں سے ہیں جو پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے پہلے ایمان لائے [1]۔ اس وقت عرب میں کہیں کوئی حکومت قائم نہیں تھی اور نہ

---

[1] عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضؓ نے اسلام قبول کیا۔ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ ایمان لائے۔ بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی رضؓ مسلمان ہوئے اور نوجوانوں میں سب سے پہلے زید بن حارثہ رضؓ کو یہ نعمت ملی۔

کوئی بادشاہ تھا۔ جس خاندان کے لوگ جس جگہ رہتے تھے، بس وہاں وہی وہ تھے۔ ہر خاندان کے لوگ اپنے میں سے کسی کو اپنا سردار چن لیتے۔ اُسی کا حکم مانتے، اُس کے کہنے پر چلتے اور جو کچھ وہ کرتا، اس میں اُس کا ساتھ دیتے۔ کسی دوسرے کی مجال نہ تھی کہ کسی خاندان کو کسی کام سے روک دے یا کسی بات پر ٹوک دے۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو ایک خاندان سے دوسرے خاندان کی لڑائی چھڑ جاتی اور بڑا خون خرابہ ہوتا۔ عرب میں ایسی لڑائیاں آئے دن ہوا کرتی تھیں۔ ہر وقت یہ کھٹکا لگا رہتا کہ نہ جانے کب کس سے لڑنا پڑ جائے۔ اس لیے سب ہر وقت اپنے بچاؤ کے لیے چوکنّا اور دوسروں سے لڑنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

اس سلسلے میں قریش خاندان کے لوگوں نے بڑا اچھا انتظام کیا تھا۔ قریش خاندان میں دس بڑے گھرانے تھے۔ سارا انتظام انہی دس گھرانوں میں بانٹ دیا گیا تھا۔ مکّہ میں کعبہ ہے، کعبہ کی زیارت کے لیے دُور دُور سے حاجی جاتے ہیں۔ قریش نے اپنے زمانے میں حاجیوں کے ٹھہرانے کا انتظام ایک گھرانے کے سپرد کر دیا تھا۔ اس وقت حاجیوں کے لیے پانی اکٹھا کرنا ایک بڑا ہی کٹھن کام تھا۔ ایک مہمان نواز گھرانے کے ذمے یہ کام تھا کہیں لڑائی پیش آجائے کسی سے لڑنا پڑ جائے تو اس کے لیے تیار رہنا

اور لڑائی کے سارے انتظام کرنا ایک ایسے گھرانے کے ذمّے تھا جو لڑنے مرنے میں بڑا انڈر تھا۔ اسی طرح کے دوسرے کاموں میں ایک کام تھا "خوں بہا کا فیصلہ کرنا[1]"۔ یہ بڑا مشکل کام تھا۔ جب کہیں کسی سے خون ہو جاتا ہے تو دونوں طرف بڑا غم اور غصہ ہوتا ہے دوسروں کے غصہ کو ٹھنڈا کر کے ان میں سمجھوتہ وہی کرا سکتا ہے، جو بہت ہی سمجھدار ہو۔ ساتھ ہی وہ ایسا بھروسے کا آدمی ہو کہ جو فیصلہ کر دے، اُسے سب مان بھی لیں۔ قریش کو مکّے بھر میں ایسا سمجھ دار اور بھروسے کا آدمی بنو تیم کے گھرانے میں ملا۔ یہ تھے حضرت ابو بکرؓ! خون بہا کا فیصلہ کرتے وقت جو سمجھوتہ جس سے کر لیتے، قریش اس کو مان لیتے، ابو بکرؓ کے علاوہ اگر کوئی دوسرا سمجھوتہ کرتا تو ہرگز نہ ملتے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہٗ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ڈھائی برس چھوٹے تھے، بچپن ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے تو اس کے بارے میں ایک فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ بدلے میں اُسے بھی قتل کر دیا جائے۔ دوسرا فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ قتل کرنے والے سے قتل ہو جانے والے کے گھر والوں کو کچھ رقم دلا دی جائے اور سمجھوتہ کرا دیا جائے یہی رقم خوں بہا کی رقم کہی جاتی ہے۔ اسے "دیت" بھی کہتے ہیں

دوستی ہوگئی تھی۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں انھیں بچپن ہی سے پیاری لگنے لگی تھیں۔ جو بات آپ میں دیکھتے، اپنا لیتے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے بڑے صاف ستھرے رہتے تھے۔ آپ کے بچپن کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ بھی بچپن ہی سے صاف ستھرے رہنے لگے تھے۔ عرب کے لوگ شراب پیا کرتے تھے۔ پیارے نبیؐ کو شراب سے نفرت تھی۔ آپ کے بچپن کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ نے بھی کبھی شراب نہیں پی۔

بڑے ہونے پر ایک بار ایک شخص نے پوچھا "آپ نے کبھی شراب نہیں پی؟"۔ جواب دیا "خدا بچائے، کبھی نہیں"۔ اس نے پھر پوچھا "کیوں نہیں پی؟"۔ بتایا کہ "میں نہیں چاہتا کہ میرے بدن سے بو آئے اور یہ کہ شراب پینے والا مروّت اور شرافت کھو بیٹھتا ہے"۔

جس وقت وہ شخص ابوبکرؓ سے یہ سب پوچھ رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود تھے۔ آپ نے دو بار فرمایا "ابوبکر سچ کہتے ہیں، ابوبکر سچ کہتے ہیں۔"

اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کو بچپن ہی سے صفائی پسند تھی اور بچپن ہی سے بڑے مُروّت دار اور شریف تھے۔ چھوٹے بڑے ہر شخص سے بڑی نرمی کے ساتھ مِلتے جُلتے۔ اسی لیے

مکّہ بھر میں سب عزّت کرنے لگے تھے۔

حضرت ابوبکر رضؓ کے بچپنے میں گھر گھر بتوں کی پوجا ہوتی تھی۔ خود اُن کے گھر کے ایک کمرے میں بُت رکھے ہوئے تھے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اُنھوں نے بھی کبھی کسی بُت کو نہیں پُوجا۔ بڑے ہوکر ایک بار لوگوں کے سامنے اس بارے میں ایک مزے دار واقعہ سُنایا۔ فرمایا کہ ایک بار میرے والد میرا ہاتھ پکڑ کر اس کوٹھری میں لے گئے جس میں بُت رکھے ہوئے تھے۔ اِن بُتوں میں سے ایک بُت کی طرف اشارہ کرکے کہا "یہ تمہارا خدا ہے، یہ تمہارا رب ہے یہ تمہارا معبود ہے، اسے سجدہ کرو"۔ والد صاحب یہ کہہ کر چلے گئے۔ مجھے جانے کیا سُوجھی۔ میں اس بُت کے پاس گیا۔ اس سے کہا "اگر تو میرا رب ہے، میرا خدا ہے تو سُن! میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا دے مجھے لباس کی ضرورت ہے، مجھے کپڑا دے۔ بُت نے کچھ جواب نہ دیا تو میں نے ایک پتھر اُٹھا لیا۔ پھر کہا " دیکھ! میں تجھے مارتا ہوں، اگر تو خدا ہے تو اپنے کو بچا۔ بُت پھر بھی کچھ نہ بولا تو میں نے پتھر دے مارا پتھر کی چوٹ کھاکر وہ منھ کے بل گرا اور میں کوٹھری سے نکل گیا۔

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر رضؓ بچپن ہی سے ہر بات کو سوچ سمجھ کر کرتے تھے اور وہ بتوں کو بالکل بے کار سمجھتے تھے

خدا نے بچپن ہی سے اُنھیں بُت پرستی (مورتی پوجا) سے بچا رکھا تھا۔ بڑے ہو کر اپنے لیے تجارت کا پیشہ پسند کیا۔ تجارت میں خوب پیسہ پیدا کیا۔ مکہ کے مال دار لوگوں میں گِنے جانے تھے۔ ۳۷ برس کی عمر میں کسی ہچکچاہٹ کے بغیر مسلمان ہو گئے۔ اور تن من دھن سے حضورؐ کے سچے ساتھی بن گئے۔

دِین پھیلانا

مسلمان ہونے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کوشش میں لگ گئے کہ دوسرے لوگ بھی اسلام قبول کرلیں۔ حضورؐ کو اللہ کا نبی مان لیں اور مسلمان ہو جائیں۔ اللہ کے حکموں پر چلیں۔ پیارے رسولؐ کا کہنا مانیں اور اللہ کو خوش کر کے جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ ابوبکرؓ کے ملنے جُلنے والے مکّہ میں چھوٹے بڑے سب تھے۔ سب سے میل جول تھا۔ سب آپ کی عزت کرتے تھے۔ اب آپ نے اپنے دوستوں سے بہت زیادہ ملنا جُلنا شروع کر دیا۔ خاص کر مکّہ کے بڑے بڑے گھرانوں کے نوجوانوں کو سمجھانا شروع کیا۔ آپ کے سمجھانے کا طریقہ بہت اچھا تھا۔ آپ کہتے کہ دیکھو، میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن سے

جانتا ہوں ۔ میں نے کسی بات میں حضور کو جھوٹ بولتے نہیں دیکھا تو کیا وہ خدا کے بارے میں جھوٹ بولیں گے ؟ ۔ میں نے ہمیشہ حضورؐ کو نیک پایا ۔ جب دیکھا تو لوگوں کی خدمت کرتے دیکھا ۔ حضورؐ تو ہم سب کے سچے بہی خواہ یعنی ہماری بھلائی چاہنے والے ہیں ۔ سب کو جہنم کی آگ سے بچانا چاہتے ہیں ۔ کیسے اچھے ہیں حضورؐ پھر اپنی نیکیوں کا بدلہ بھی کسی سے نہیں چاہتے ۔ اچھی باتوں کے سلسلے میں سارے ہی لوگ حضورؐ کو مانتے ہیں ۔ امین اور صادق کہہ کر پکارتے ہیں ۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں اور سب کے بھلے کی بات کہتے ہیں ۔ ایسے نیک انسان اور پاک رسولؐ کی بات ضرور مان لینا چاہیئے ۔ اور بھائی ! میں تو حضورؐ کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں ۔ میں تو گواہی دیتا ہوں کہ وہ جو اپنے کو اللہ کا رسول کہتے ہیں تو بالکل سچ کہتے ہیں اور سچ مچ اللہ ہی عبادت کے لائق ہے ۔ یہ بت خدا کیسے ہو سکتے ہیں ۔ یہ تو پتھر کی مورتیاں ہیں ۔ انھیں لوگوں نے خود گڑھ لیا ہے یہ بُت تو بالکل بے بس ہیں ۔ نہ بول سکتے ہیں ۔ ...

.... نہ دیکھ سکتے ہیں ۔ نہ سُن سکتے ہیں ۔ یہ تو اپنے اوپر بیٹھی ہوئی مکھی تک نہیں اُڑا سکتے تو پھر یہ دوسروں کی مدد کیسے کر سکتے ہیں ۔ وہ تو اللہ ہے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے سب کو

روزی دینے والا ہے۔ سب کی ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے، سب کی دعائیں سُننے والا ہے۔ موت اور زندگی سب اُسی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہمارا مالک، مولا اور حاکم وہی ہو سکتا ہے۔ ہمیں اُس کا حکم ماننا چاہیئے اور اس کے حکم پر اسی طرح چلنا چاہیئے جس طرح پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضؓ کی یہ باتیں ایسی صاف اور سادہ تھیں کہ سب کی سمجھ میں آتی تھیں۔ ان باتوں کے ساتھ ساتھ آپ سب کو قرآن سُناتے اور سمجھاتے کہ دیکھو، کیسا پیارا کلام ہے، کیا ایسا کلام کوئی انسان پیش کر سکتا ہے۔ نبی ہونے سے پہلے پیارے نبیؐ خود بھی ایسا کلام پیش نہیں کرتے تھے، پھر بھلا ہم کیوں نہ گواہی دیں کہ حضورؐ اللہ کے رسول ہیں؟

نوجوانوں کے دلوں میں یہ باتیں اُتر گئیں اور بڑے بڑے گھرانوں کے نوجوان ادھر ادھر مسلمان ہونے لگے۔ حضرت عثمان رضؓ مسلمان ہو گئے، حضرت زبیر رضؓ مسلمان ہو گئے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ مسلمان ہو گئے۔ حضرت سعد بن وقاص رضؓ مسلمان ہو گئے، حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضؓ مسلمان ہو گئے، حضرت طلحہ رضؓ مسلمان ہو گئے۔ حضرت ابوسلمہ رضؓ مسلمان ہو گئے۔

ارے بھائی! کوئی کہاں تک گِنائے۔ بڑے گھرانوں میں سے کوئی نہ کوئی نوجوان مسلمان ضرور ہوا۔ یہ بات پھیلی اور مکّہ کے سرداروں نے یہ دیکھا کہ ابوبکرؓ کی کوشش سے گھر گھر اسلام پھیلنے لگا تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر رضؓ کے بھی دشمن ہوگئے اور اپنے اپنے گھر کے نوجوانوں کو منع کرنے لگے کہ ان سے نہ مِلا کریں۔ لیکن بھائی! نوجوانوں کی بات بھی خوب ہی ہوتی ہے اِن کی سمجھ میں سچ بات آجاتی ہے تو پھر وہ بے دھڑک اُسے مان لیتے ہیں۔ انھیں کوئی روک ہی کب پاتا ہے۔ اب نوجوان چھپ چھُپ کر ملتے، چپکے چپکے اور لوگوں کو بھی یہی باتیں سمجھاتے۔ اس طرح نوجوانوں میں اسلام خوب پھیلا اور یہ سب ابوبکر صدیق رضؓ کا کارنامہ تھا۔ اللہ اِن سے راضی ہو۔

ایک نوجوان کا بڑا انوکھا قِصّہ ہے۔ اُس نوجوان کا نام تھا، خالد بن سعیدؓ۔ —— خالد بن سعیدؓ ایک رئیس کے لڑکے تھے۔ ایک رات اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک غار ہے۔ غار میں آگ بھری ہے۔ آگ بھڑک رہی ہے۔ شعلے اُٹھ رہے ہیں۔ یہ اس غار کے کنارے کھڑے ہیں اور ان کے والد سعید اُن کو اس آگ میں ڈھکیل رہے ہیں۔ اتنے میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آ گئے اور آپؐ نے خالد بن سعیدؓ کو پکڑ لیا اور آگ میں گرنے سے بچا لیا۔

یہ ڈراؤنا خواب دیکھ کر حضرت خالد بن سعید گھبرا گئے۔ اور چونک پڑے۔ پھر انھیں نیند نہیں آئی۔ دل ہی دل میں کہا کہ یہ خواب سچا ہے۔ صبح ہوتے ہی اپنے بزرگ دوست حضرت ابو بکرؓ کے پاس دوڑے گئے۔ خواب سنایا اور تعبیر پوچھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ خواب کی تعبیر بڑی سچی بتاتے تھے۔ فرمایا۔ "اے خالد! یہ خواب بالکل سچا ہے۔ تم نے جو آگ کا گڈھا دیکھا ہے وہ ہے جہنم۔ دیکھو، تمہارے باپ تو مسلمان نہ ہوں گے وہ تم کو بھی مسلمان بننے سے روک لیں گے۔ خود تو جہنم میں جائیں گے ہی۔ ساتھ ہی تم کو بھی اس طرف گھسیٹنے کی کوشش کریں گے۔ اور جو تم نے یہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو پکڑے ہوئے آگ میں گرنے سے بچا رہے ہیں تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ خدا کی قسم! تم ایک نہ ایک دن ضرور مسلمان ہو جاؤ گے جہنم کی آگ سے بچ جاؤ گے۔ تو بھائی! جب یہ ہونا ہی ہے تو جلدی کرو، تم آج ہی مسلمان ہو جاؤ۔ اب دیر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

بات بالکل صاف تھی۔ حضرت خالدؓ اسی وقت حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ہو لیے۔ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ سارا حال کہا تو حضورؐ

نے فرمایا کہ ابو بکر رض نے جو کچھ بتایا بالکل سچ بتایا۔ حضورؐ سے یہ سُنا تو بولے " اچھا تو پھر آپ سب کو کیا بتاتے ہیں؟ " آپ نے فرمایا " میں کہتا ہوں کہ صرف ایک خدا کو پوجو۔ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے، وہی ساری ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ وہی مالک ہے، وہی مولا ہے، وہی حاکم ہے، وہی راجا ہے۔ اُسی کا حکم مانو۔ اگر کوئی خدا کے حکموں کے خلاف حکم دے تو ایسا حکم نہ مانو اور مجھ کو اللہ کا رسول جانو بتوں کی پوجا چھوڑ دو۔ یہ بُت بے جان ہیں۔ بہرے ہیں۔ گونگے ہیں۔ یہ بُت خود نہیں سمجھتے کون ان کی پوجا کر رہا ہے؟ دیکھو خالد جو میرا کہنا مانے گا وہ دوزخ کی آگ سے بچ جائے گا "

یہ وہی باتیں تھیں جو حضرت ابو بکر رض نے حضورؐ سے سیکھی تھیں یہی باتیں وہ نوجوانوں سے کہا کرتے تھے۔ حضرت خالد بن سعید رض کے دل میں یہ باتیں بیٹھ گئیں۔ اسی وقت کلمہ پڑھ لیا اور مان لیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ لیجیے، حضرت خالد بن سعید رض بھی مسلمان ہو گئے۔ باپ نے سُنا تو وہ بہت خفا ہوا۔ مارا، پیٹا، بھوکا رکھا۔ گھر میں قید کر دیا مگر سب بے کار گیا۔ خالد رض اسلام سے نہ پھرے اور پھر جب پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حبش کی طرف حکم دیا تو حبش چلے گئے

ایک اور سمجھ دار نوجوان، حضرت طلحہؓ کا قصہ سُنیے۔ اُن کی عمر سترہ اٹھارہ سال کی تھی۔ تجارت کا پیشہ کرتے تھے۔ ایک بار تجارت کا مال لے کر بصرہ گئے۔ وہاں اپنا مال بیچا۔ وہیں ایک عیسائی عالم سے ملاقات ہوگئی۔ وہ خدا کی کتاب توریت، زبور اور انجیل کا بہت بڑا عالم تھا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ طلحہ مکّہ کے رہنے والے ہیں تو اُس نے کہا کہ خدا کی کتابیں پڑھنے کے بعد میں یہ پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ تمہارے شہر میں اللہ کے رسول حضرت محمدؐ جو دین پھیلا رہے ہیں وہ حق ہے۔

اب دیکھیے۔ طلحہ واپس مکّہ آئے تو اپنے دوست حضرت ابوبکرؓ سے ملے اور پادری کی بات سُنائی۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ "اُس نے ٹھیک کہا۔ آؤ میرے ساتھ، حضورؐ کے پاس چلو۔ یہ ساتھ ہولیے۔ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اسلام کی باتیں سُنیں اور مسلمان ہوگئے۔ حضرت طلحہؓ مسلمان ہوگئے تو یہ خبر اُن کے بڑے بھائی نے سُنی۔ وہ بہت خفا ہوا اس نے طلحہؓ کو پکڑا اور پھر ابوبکرؓ کو بھی پکڑلایا۔ دونوں کو مضبوط رسّی سے کس کر باندھا اور خوب پیٹا مگر اس کا پیٹنا اور ظلم کرنا سب بے کار گیا۔ حضرت طلحہؓ اسلام سے نہ پھرے۔

دیکھا آپ نے! حضرت ابوبکرؓ نوجوانوں میں دین پھیلانے کا

کام کیسی اچھی طرح کرتے تھے۔ دین پھیلانے میں مار پیٹ سے نہیں ڈرتے تھے۔ کیسے سچے مسلمان تھے وہ اور اُن کے دوست یار۔ سچی بات دل میں اُترتی تو پھر نہ نکلتی تھی۔ ان دو مثالوں سے آپ سمجھ لیجئے کہ حضرت ابوبکر رضؓ نے کس کس طرح نوجوانوں میں دین پھیلایا ہوگا۔ اب آگے سُنیئے :

بڑے گھرانوں کے علاوہ بڑے گھرانوں کے بہت سے غلام اور لونڈیاں یعنی عورتیں اور مرد ایسے تھے کہ جب سچا دین اسلام اُن کی سمجھ میں آگیا تو وہ بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ ذرا سوچیے تو جب مکہ کے سردار اپنے بیٹوں پر ظلم کرسکتے تھے تو بھلا یہ سب لونڈی غلام تھے توبہ ہے۔ ان پر تو بہت ہی ظلم کرتے تھے۔ انھیں تو ایسا ایسا ستاتے تھے کہ دیکھنے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ کسی کو تو باندھ کر عرب کی ریت پر دوپہر کے وقت لٹا دیتے۔ اوپر سے پتھر رکھ دیتے۔ دوپہر کے وقت ریت گرم ہو کر آگ کی طرح جلتی۔ پتھروں کے نیچے دبے ہوئے غلام بے چارے تڑپتے اور کچھ نہ کر سکتے۔ اتنا ہی نہیں اوپر سے کوڑوں کی مار۔ توبہ ہے۔ یہ ظلم کسی سے دیکھا نہ جاتا۔ کچھ ظالم تو ایسے تھے کہ آگ کے انگاروں پر لٹا دیتے۔ کچھ ایسے تھے جو اپنے غلاموں کو مسلمان ہونے کی وجہ سے پانی میں ڈبکیاں دیتے اور اس

طرح بے دم کر کر دیتے۔

حضرت ابوبکرؓ بڑے نرم دل آدمی تھے۔ اُن سے یہ ظلم دیکھے نہ گئے۔ وہ جاکر غلاموں اور لونڈیوں کے مالکوں سے ملے اور اُن سے کہا کہ جب یہ لوگ تمہارا کہنا نہیں مانتے تو انھیں دوسروں کے ہاتھ بیچ دو۔ انھوں نے جواب دیا کہ تم خرید لو۔ یہ سُنتے تو بڑے بڑے دام دے کر ایسے غلاموں اور لونڈیوں کو خرید لیتے اور انھیں آزاد کر دیتے۔ مکہ کے سرداروں کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابوبکرؓ ایسے لوگوں کو خرید لیتے ہیں تو انھوں نے بڑی بڑی رقمیں حضرت ابوبکرؓ سے وصول کیں مسلمان ہونے سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کے پاس چالیس ہزار کی رقم تھی۔ لونڈیوں اور غلاموں کو آزاد کرانے میں تیس ہزار خرچ ہو گئے۔ ابوبکرؓ نے خوشی خوشی اللہ کی رضا کے لیے یہ بھاری رقم خرچ کر دی جب حضرت بلالؓ کو اسی طرح مصیبتوں سے نجات دلائی تو حضورؐ نے کہا "ابوبکرؓ! تم نے یہ بڑا عمدہ مال خریدا مجھے بھی اس میں شریک کر لو"۔ عرض کیا "یارسول اللہ! میں نے تو بلال کو آزاد کر دیا"۔ یہ سنکر حضور بہت خوش ہو گئے۔ حضورؐ کے خوش ہونے سے ابوبکرؓ بھی خوش ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ کی یہی بات تو بڑی پیاری ہے کہ وہ حضورؐ کے خوش ہونے سے

خوش ہوتے اور جب حضورؐ کو اداس دیکھتے تو خود بھی اداس ہو جاتے۔

خود اُن پر ظلم

حضورؐ کے ساتھ مل کر حضرت ابو بکرؓ نے اس طرح تن من دھن سے کوشش کی تو کچھ دنوں میں قریب قریب ۳۹ مرد عورتیں اور نو جوان مسلمان ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ایک دن آپ سے آپ حضرت ابو بکرؓ کے دل میں اُمنگ اُٹھی کہ مکّہ کے قریش کعبہ میں روز جمع ہوتے ہیں۔ ان کے جلسے میں جا کر تقریر کرنا چاہیئے۔ دل کی یہ بات حضورؐ سے کہی اور اجازت مانگی۔ حضورؐ نے سنا تو فرمایا "ابھی ہم کم ہیں"۔ حضورؐ کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ مکّہ والے بہت ہیں۔ وہ ہم سے ناراض ہیں۔ مسلمانوں پر بُری طرح ظلم کرتے ہیں۔ اگر وہ ہلّہ بول دیں گے تو نہ جانے تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں۔ لیکن ابو بکرؓ کا جوش بہت بڑھا ہوا تھا۔ پھر اجازت مانگی اور پھر اجازت مانگی تیسری بار حضورؐ نے اجازت دے دی۔ اب پہنچے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ کے سرداروں کے مجمع میں اور لگے تقریر کرنے۔ قر...

نے دیکھا اور تقریر سُنی تو غصّے سے آگ بگولہ ہو گئے جھپٹے اور ابو بکرؓ پر پل پڑے۔ اتنا مارا، اتنا مارا کہ سارا بدن لہولہان کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ بے ہوش ہو کر گر پڑے تو قریش کو خیال آیا، کہیں ایسا نہ ہو کہ ابو بکرؓ مر جائیں اور اُن کے گھر والے جو مسلمان نہ سہی پھر بھی بدلہ لینے پر اُتر آئیں اور ہم سب آپس میں لڑ پڑیں۔ وہ سب چپکے چپکے وہاں سے کھسک گئے۔ کسی نے آپ کے گھرانے کے لوگوں کو خبر کر دی وہ سب دَوڑے لیکن یہاں مکّہ کے سردار جا چکے تھے۔ لوگ اُنھیں اٹھا کر گھر لائے۔ حالت اتنی خراب تھی کہ بچنے کی امید نہ تھی۔ گھر والوں نے ہوش میں لانے کی ترکیب شروع کر دی۔ ہوش آیا تو باپ (ابو قحافہ) نے حال پوچھا۔ اب یہاں ذرا پیارے رسول سے محبت کا حال دیکھئے ابو بکرؓ نے اپنا حال تو نہ بتایا۔ پوچھنے لگے "پیارے رسول کا کیا حال ہے؟" باپ نے یہ سُنا تو غصے کے مارے اُٹھ کر چلے گئے۔ اس وقت باپ مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ لیکن ماں کا دل تو اللہ میاں نے ایسا بنایا ہے کہ وہ بیٹے پر ہر طرح مہربان رہتی ہے پھر حضرت ابو بکرؓ کی ماں۔ "اُم الخیر" تھیں بھی بڑی اچھی اور سمجھ دار۔ وہ بیٹے کے پاس آئیں۔ کہنے لگیں "بیٹے! لو یہ دوا پی لو، درد کم ہو جائے گا۔ لو کھانا کھا لو، کچھ طاقت آئے گی" مگر ابو بکرؓ کو بس ایک رٹ تھی "پیارے رسولؐ

کیسے ہیں۔ ان کا حال بتاؤ، مجھے پیارے رسولؐ کے پاس لے چلو"۔
اللہ اکبر کیسی محبت تھی حضورؐ سے اپنی تو جان پر بنی ہے مگر کچھ پروا نہیں
پروا ہے تو بس یہ کہ پیارے رسولؐ پر آنچ نہ آئے۔

ام الخیر نے کہا "بیٹے! خدا کی قسم مجھے کچھ نہیں معلوم"۔ یہ سن کر کہنے
لگے "امی جان! آپ خطاب کی بیٹی ام جمیل کے پاس جائیں۔ وہ حضورؐ
کا حال بتا دیں گی"۔ بے چاری بیٹے کی محبت میں دوڑی ہوئی ام جمیل
کے پاس گئیں اُن سے کہا "میرے بیٹے ابو بکر نے محمد بن عبداللہ کی
خیریت پوچھی ہے"۔

ام الخیر سے یہ سُنا تو ام جمیل سوچ میں پڑ گئیں۔ وہ مسلمان ہو چکی
تھیں لیکن لوگوں کو معلوم نہ تھا۔ وہ ذرا ڈریں کہ اگر حضورؐ کے بارے
میں کچھ کہیں گی تو ام الخیر کو پتہ چل جائے گا۔ انھوں نے جواب دیا۔
"میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔ ہاں تم چاہو تو میں تمہارے گھر چل کر تمہارے
بیٹے کو دیکھ آؤں"۔

ام الخیر نے اُنھیں ساتھ لیا۔ اپنے گھر لے گئیں۔ وہاں ابو بکرؓ زخمی
حالت میں پڑے تھے۔ ام جمیل نے دیکھا تو اُن سے دیکھا نہ گیا وہ ابو بکرؓ
کے زخم دیکھ کر چیخ پڑیں۔ اُن کے منہ سے نکل گیا۔ "جن لوگوں نے آپ
پر یہ ظلم کیا ہے، وہ سب کٹر کافر ہیں۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہتی

ہوں کہ خدائے تعالیٰ ان سے پُورا پُورا بدلہ لے گا "۔

حضرت ابوبکرؓ نے اُن سے کہا " اچھا یہ تو سب ٹھیک ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ کافروں نے حضورؐ کے ساتھ تو کوئی بے ادبی نہیں کی ؟ " ام جمیل نے چپکے سے کہا " آپ کی ماں سُن رہی ہیں "۔ بولے " ڈرو نہیں۔ بتاؤ " اب اُنھوں نے بتایا کہ پیارے رسولؐ خیریت سے ہیں۔ اور وہ زید بن ارقم کے گھر میں ہیں۔

یہ سُنا تو حضرت ابوبکرؓ نے ماں سے کہا " خدا کی قسم ! میں اُس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم مجھے حضورؐ کے پاس نہ لے چلو گی "۔ یہ سُنکر ماں راضی ہو گئیں۔ ام جمیل کو گھر ہی روک لیا پھر جب رات کا وقت ہوا اور زیادہ رات ہونے پر لوگ گھروں میں سو گئے اور چاروں طرف سناٹا چھا گیا تو ام جمیل اور ام الخیر نے سہارا دے کر اٹھایا۔ دونوں طرف سے دونوں پکڑے رہیں اور زید بن ارقم کے گھر کو لے چلیں۔ حضرت ابوبکرؓ سے چلا نہیں جاتا تھا مگر پیارے رسولؐ کی محبت میں نہ جانے کہاں سے ٹانگوں میں طاقت آگئی کہ کسی نہ کسی طرح حضورؐ تک پہنچ ہی گئے۔ حضورؐ کے پاس پہنچکر کھڑے نہ ہو سکے۔ زمین پر گر پڑے۔ یہ حال دیکھ کر حضورؐ کا دل بھر آیا۔ آپ اپنے پیارے ساتھی پر جُھک گئے۔ ماتھا چوم لیا۔ سارے صحابہؓ گھر میں موجود

تھے۔ وہ سب یہ حال دیکھ کر رونے لگے۔

حضورؐ کے پاس پہنچکر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے نہ کسی کی شکایت کی، نہ کسی کو بُرا کہا بلکہ دیکھا کہ اس وقت ماں حضورؐ کے پاس آگئی ہیں اگر حضورؐ اُنھیں سمجھائیں اور دُعا فرمائیں، تو اللہ آپ کی دُعا قبول فرمائے گا اور ماں ضرور مسلمان ہو جائیں گی۔ بس حضورؐ سے عرض کرنے لگے "یا رسول اللہ ام جمیل کے ساتھ یہ میری ماں ہیں یہ مجھ سے بڑی محبت کرتی ہیں لیکن ابھی تک مسلمان نہیں ہوئی ہیں۔ حضور کی ذات برکت والی ہے آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ وہ جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔

واہ! کیسے اچھے بیٹے تھے حضرت ابوبکر رضؓ۔ اس حال میں ہیں مگر ماں کو جہنم کی آگ سے بچانے کی دُھن میں ہیں۔ حضورؐ بھلا اپنے پیارے ساتھی کی بات کیوں نہ مانتے۔ آپ بھی تو اللہ کے بندوں کو خدا کے عذاب سے بچانے کے لیے اسلام پھیلا رہے تھے۔ آپ نے دُعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیئے۔ آپ کی دعا کرتے ہی ام الخیرؓ کے دل سے کُفر کا زنگ دُھل گیا اور وہ اُس وقت وہیں مسلمان ہو گئیں۔ اللہ اُن سے راضی ہو۔

اسلام کے لیے اس طرح کی تکلیفیں اُٹھاتے اُٹھاتے وہ وقت بھی آیا جب حضورؐ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جو چاہے یہاں کے ظلم

سے بچنے اور اپنے ایمان کو بچانے کے لیے حبشہ چلا جائے۔ بہت سے مسلمان حبشہ کو چلے گئے۔ اب حضرت ابوبکرؓ کا حال سُنیے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، جب قرآن پڑھتے تو آپ کے آنسو نکل آتے۔ آپ کو قرآن پڑھتے وقت پاس پڑوس کے لوگ بچے، نوجوان، لڑکے لڑکیاں سبھی سُنتے۔ ان پر اثر ہوتا۔ وہ اکٹھا ہو جاتے اور وہیں ان سے سُننے لگتے۔ قریش یہ دیکھ کر گھبراتے کہ کہیں ایسا نہ ہو، یہ سب مسلمان ہو جائیں۔ انھوں نے ابوبکرؓ کو قرآن پڑھنا اور گھر میں رہنا دوبھر کر دیا۔ جب وہ گھر میں ہوتے، قرآن پڑھتے تو بڑی بدتمیزیاں کرتے، یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ کے دل میں خیال آیا کہ حبشہ چلے جائیں۔ وہ حبشہ کی طرف چلے راستہ میں مکّہ کا ایک رئیس ابن دغنہ ملا۔ اس نے کہا "ابوبکر! کہاں جا رہے ہو؟" بتایا کہ حبشہ جا رہا ہوں۔ پوچھا "کیوں جا رہے ہو؟" کہا "میری قوم والوں نے مجھے گھر چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی جگہ جا کر اپنے رب کی یاد میں لگ جاؤں"۔

ابن دغنہ ابوبکر صدیقؓ کو اچھی طرح جانتا تھا۔ اس کو اس بات کا بڑا دُکھ ہوا کہ ایسا اچھا آدمی مکّہ سے چلا جائے۔ اس نے کہا "تم محتاجوں کی مدد کرتے ہو، اپنے رشتے اور ناتے کے لوگوں

کا حق ادا کرتے ہو، غریب لوگوں کی مدد کرتے ہو۔ مہمانوں کی خدمت کرتے ہو۔ مصیبت کے ماروں کا ساتھ دیتے ہو۔ پھر تم مکہ کے ایک سمجھ دار آدمی ہو۔ تم ہمارے اندر بڑے شریف آدمی ہو۔ تمہارے جیسے آدمی کا مکہ سے چلے جانا میں اچھا نہیں سمجھتا۔ تم میرے ساتھ واپس چلو۔ اپنے شہر میں چل کر اپنے رب کی عبادت کرو۔ میں تمہارا ساتھ دوں گا"

اس کے سمجھانے سے واپس لوٹ آئے۔ ابن دغنہ نے مکہ کے سرداروں سے کہا" ابوبکر گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتے اور نہ اُن کو کوئی گھر اور شہر چھوڑنے پر مجبور کر سکتا ہے۔ تم پر افسوس ہے کہ تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو محتاجوں کی مدد کرتا ہے۔ رشتہ داروں کا حق ادا کرتا ہے۔ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرتا ہے۔ دُکھ میں لوگوں کے کام آتا ہے۔ دوسروں کا بوجھ اٹھاتا ہے اور جو تم میں سے کسی سے کم نہیں، شریف آدمی ہے اور سمجھ دار ایسا کہ تم اس کے فیصلوں کو مانا کرتے ہے۔ کیا تم ایسے شریف آدمی کو نکال کر اپنے کو ذلیل کرو گے؟"

ابن دغنہ نے جو کچھ کہا، سچ کہا تھا۔ وہ اثر والا آدمی بھی تھا۔ لوگوں نے کہا" بات یہ ہے کہ وہ زور زور سے قرآن پڑھتے ہیں۔ ہمارے بچے سُنتے ہیں، ہمیں یہ ڈر ہے کہ بچے قرآن سنکر اپنے دین سے پھر جائیں گے۔ تم ابوبکر سے کہو، وہ اپنے مکان کے اندر اپنے رب

کی عبادت کریں اور وہیں جو چاہیں کریں۔ نمازیں پڑھیں مگر ہمیں پریشان نہ کریں۔ کھلم کھلا وہ نہ کریں جو مانتے ہیں اور نہ زور سے قرآن پڑھیں"۔

ابن دغنہ نے کہا "اچھا جو تم چاہتے ہو وہ ایسا ہی کریں گے"

ابن دغنہ یہ کہہ کر چلا گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے دو چار دن اسی طرح خاموشی سے عبادت کی مگر انھیں تسکین نہ ہوئی۔ وہ پھر پہلے کی طرح بلند آواز سے قرآن پڑھنے لگے۔ کافروں نے سُنا تو ابن دغنہ کو بلا لائے اور کہا کہ دیکھو کہ ابوبکر شرط کے خلاف کرتے ہیں۔ ابن دغنہ نے ابوبکر سے کہا "تم کو معلوم ہے کہ قریش سے میں نے یہ شرط کی ہے کہ تم قرآن بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے تم یا تو میری بات مانو یا پھر میں کہہ دوں گا کہ ابوبکر کا ساتھ میں نے چھوڑ دیا"

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا۔ "تم شوق سے میرا ساتھ چھوڑ دو۔ خدا میرے ساتھ ہے اور وہی ساتھی کافی ہے۔ میں خدا کی پناہ ہی میں خوش اور راضی ہوں"۔ ابن دغنہ یہ سُن کر چلا گیا۔

پیارے رسولؐ کا ساتھ دینا

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے اچھے ساتھی تھے۔ انھوں نے پیارے رسولؐ کا ساتھ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ تن من دھن سے آپ کا ساتھ دیا۔ بات بات میں آپ کی طرف داری کرتے۔ آپ کی ہر بات کی تصدیق کرتے یعنی کہتے کہ اے لوگو! حضورؐ جو کچھ کہتے ہیں ٹھیک کہتے ہیں، آپ کی یہ بات بالکل سچ ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔

حضورؐ کی باتوں کی تصدیق کرنے کے سلسلے میں بہترین بات وہ ہے جو معراج کے وقت حضرت ابوبکر رضؓ نے کہی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رجب کے مہینے میں معراج ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے راتوں رات حضورؐ کو آسمانوں کی سیر کرائی۔ جنت اور دوزخ دکھائی اور بہت سی وہ باتیں دکھائیں جو اللہ دکھانا چاہتا تھا اور پھر راتوں رات ہی زمین پر بھیج دیا۔ صبح کو آپ نے معراج کا حال لوگوں سے کہا۔ مکّہ کے سرداروں نے سُنا تو آپ کے آس پاس جمع ہوگئے اور آپ کی ہنسی اُڑانے لگے۔ توبہ

توبہ، کہنے لگے کہ اب تو ان کا دماغ بالکل چل گیا ہے۔ مکہ کے سرداروں میں ابو جہل آپ کے پیچھے ہی پڑا رہتا تھا۔ اُس نے سوچا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے سب سے بڑے ساتھی ابو بکر ہیں۔ وہ ہر بات میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف داری کرتے ہیں۔ چلو اُن سے کہیں کہ بھلا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی راتوں رات آسمانوں کی سیر کر کے چلا آئے۔ اس نے سوچا تھا کہ ابو بکر اس بات سے ضرور انکار کریں گے اور جب وہ انکار کر دیں گے تو پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ساتھ دینے والا کوئی نہ رہ جائے گا۔

یہ سوچ کر وہ دوڑا دوڑا ابو بکر صدیق رض کے پاس پہنچا۔ بولا، "ارے بھئی سُننا تو۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی آدمی راتوں رات آسمانوں کی سیر کر آئے؟"۔ ابو بکر رض نے جواب دیا کہ "ایسا نہیں ہو سکتا"۔ اب ابو جہل نے بتایا کہ تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے ہیں کہ آج رات انھیں اسی طرح معراج ہوئی۔ اب ابو بکر صدیق رض نے یہ سُنا تو جھٹ بول اُٹھے کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں تو بالکل ٹھیک ہے۔ میں تو ان کی باتوں کی ہر وقت تصدیق کرتا ہوں جو آپ فرماتے ہیں کہ جبریل آئے اور اللہ کا پیغام لائے۔ اللہ کے نزدیک یہ کچھ بھی مشکل اور ناممکن نہیں ہے۔ وہ سب کچھ کر

سکتا ہے۔ اللہ نے ضرور اپنے رسول کو آسمانوں کی سیر کرائی ہوگی۔

یہ سُنکر ابو جہل اپنا سا منھ لے کر رہ گیا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ حضورؐ کے پاس آئے۔ یہاں لوگ آپ کی ہنسی اُڑا رہے تھے۔ حضرت ابو بکر رضؓ نے آتے ہی کہا " ٹھہرو " ۔ پھر بولے کہ میں نے بیت المقدس دیکھا ہے۔ اچھا حضور آپ بتائیے کہ بیت المقدس کے کتنے دروازے ہیں اور کون سا دروازہ کس طرف ہے ؟ " حضورؐ نے سب ٹھیک ٹھیک بتا دیا تو ابو بکر رضؓ نے بلند آواز سے اعلان کر دیا کہ حضورؐ جو کچھ کہتے ، ہیں بالکل ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو یہ مرتبہ دیا اور سچ مچ آپ کو معراج ہوئی

لیجیے کافروں نے سوچا تھا کہ آج مسلمان لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دیں گے۔ آپؐ کی بات جھٹلا دیں گے اور آپؐ کا ساتھ چھوڑ دینگے لیکن ابو بکر رضؓ کی تصدیق کرنے سے ان سب کی بات دھری کی دھری رہ گئی۔ حضورؐ نے خوش ہو کر اُس دن ابو بکرؓ کو صدیق کا لقب دیا یعنی سب سے بڑا تصدیق کرنے والا۔ اس لیئے مسلمان ان کو حضرت ابو بکر صدیق ہی کہتے ہیں۔

اس طرح جہاں بات آتی۔ پیارے رسولؐ کے پیارے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اپنی زبان کی پوری طاقت سے آپ کی حمایت

یعنی طرف داری میں بولتے۔ پھر جب کہیں ایسا موقع ہوتا کہ مکہ کے سردار حضورؐ کے ساتھ بے ادبی کرتے، آپ کو ستاتے تو جیسے ہی ابوبکرؓ سُنتے دوڑ کر آتے اور آپ کی مدد کرتے۔ جان پر کھیل کر آپ کو بچاتے۔ ایسا بھی ہوتا کہ حضورؐ کو بچانے میں ان کے بھی چوٹیں آجاتیں۔

ایک دن کی بات ہے، پیارے نبیؐ کعبے میں نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں ایک کافر آیا۔ اس کا نام عقبہ تھا۔ اس نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھا تو اپنی چادر حضورؐ کے گلے میں ڈالی اور پھندا دے کر کھینچنے لگا۔ وہاں اور بہت سے کافر تھے۔ وہ سب دیکھ دیکھ کر ہنستے اور خوش ہوتے عقبہ کو شاباشی دیتے اور کہتے کہ ہاں ذرا اور کَس کے کھینچ!

یہ بات کسی نے جاکر ابوبکرؓ سے کہی۔ وہ کوئی ضروری کام کر رہے تھے۔ سُنتے ہی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر دوڑ پڑے۔ کعبے میں پہنچے۔ پہنچتے ہی عقبہ کو دھکا دے کر ہٹا دیا۔ چادر کا پھندا کھولا اور مکہ کے سرداروں سے کہا "تم اُس شخص کی جان لینے پر تلے ہوئے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ تم سب جانتے ہو کہ وہ اللہ کی طرف سے سچی نشانیاں لے کر آیا ہے۔"

ایسے وقت میں پیارے رسولؐ کی یہ مدد کرنا آسان کام نہ تھا مکہ کے بڑے بڑے سردار وہاں موجود تھے۔ ہو سکتا تھا کہ وہ ابوبکرؓ

پر پل پڑتے۔ لیکن اس وقت ابو بکر رض نے جو آپ کی مدد کی تو دیکھنے والوں کو بڑا تعجب ہوا۔ کسی نے پوچھا "یہ کون ہے جس نے اپنی جان کی پروا نہیں کی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کو آگیا؟ کسی نے بتایا کہ یہ ابوبکر رض ہیں۔

اسی طرح کے ایک اور موقع پر ابوبکر رض بُری طرح پِٹ گئے۔ ہوا یہ کہ ایک دن مکّہ کے قریش نے حضور کو چھیڑ کر بُتوں کے بارے میں پوچھا کہ تم اِن بُتوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضور ہمیشہ صاف اور سچی بات کہدیا کرتے تھے۔ قریشی سرداروں کے پوچھنے پر صاف صاف کہہ دیا کہ یہ پتھر کی مورتیاں ہیں اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ حضور سے یہ سُنتے ہی قریش آپ سے لپٹ گئے اور مار پیٹ شروع کردی۔ حضرت ابو بکر رض کو پتہ چلا تو بھاگے بھاگے آئے۔ آتے ہی بیچ میں کُود پڑے۔ کافر حضور کو چھوڑ کر حضرت ابوبکر رض پر پل پڑے پھر اتنا مارا، اتنا مارا کہ حضرت ابوبکر رض گھر آکر سر پر ہاتھ پھیرتے تو سر کے بال ہاتھ میں آجاتے

اسی طرح کا آنکھوں دیکھا حال حضرت علی رض بیان فرمایا کرتے تھے۔ حضرت علی رض کہتے ہیں کہ ایک دن میں نے دیکھا کہ مکّہ کے قریش نے حضور کو گھیر لیا تھا۔ ان میں سے کوئی آپ کو دھکا دے رہا تھا۔ کوئی

پکڑ کر اپنی طرف کھینچتا تھا اور سب غصّے میں یہ کہہ رہے تھے کہ تو وہی ہے نا! کہ تو نے ہمارے خداؤں کو نہ مانا اور ایک خدا کو مانتا ہے۔

حضرت علی رضؓ کہتے ہیں۔ کہ اس وقت حضورؐ اس بُری طرح پھنسے ہوئے تھے کہ ہم میں سے کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ آپ کی مدد کو پہنچتے لیکن ابو بکر رضؓ سے دیکھا نہ گیا۔ وہ آگے بڑھے۔ بھیڑ میں گھُس گئے کسی کو دھکا دیا، کسی کو مارا، کسی کو پیچھے ہٹایا۔ ابو بکر رضؓ یہ سب کرتے جاتے اور کہتے جاتے "کم نصیبو! تم ایسے شخص کو قتل کیے دیتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے"

یہ حال بیان کر کے حضرت علی رضؓ سے نہ رہا گیا اور وہ رونے لگے اتنا روئے کہ ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اس کے بعد ابو بکر رضؓ کی بڑائی بیان کی۔ ابو بکر رضؓ کی بہادری کی تعریف کی اور فرمایا کہ پیارے رسولؐ پر جان نچھاور کرنے میں ابو بکر رضؓ سب سے آگے رہے ہیں۔

ہجرت میں پیارے رسولؐ کا ساتھ

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سال تک مکّہ والوں کو اللہ کا پیغام پہنچاتے رہے۔ دینِ اسلام سمجھاتے رہے۔ قرآن پڑھ پڑھ کر سناتے رہے اور اسلام کی طرف بلاتے رہے۔ بارہ برسوں میں جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے، اُن کو مکّے کے قریش ستاتے رہے۔ ان پر ظلم ڈھاتے رہے۔ جب اُن کا ستانا حد سے بڑھ گیا تو اللہ کی طرف سے ہجرت کا حکم آیا۔ اللہ تعالےٰ نے حضور کو حکم دیا کہ مکّے سے مدینے ہجرت کر جائیں۔ حضورؐ نے یہ حکم مسلمانوں کو سنا دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہ حکم سنا تو ہجرت کی تیاریاں کرنے لگے۔ مکّے سے مدینہ ڈیڑھ سو میل سے زیادہ دور ہے۔ حضورؐ کے زمانے میں لوگ پیدل اور اونٹوں پر مکّے سے مدینے جایا کرتے تھے۔ راستہ میں کئی دن لگتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چار اونٹنیاں مکّے سے مدینے جانے کے لیئے الگ کرلیں۔ انھیں خوب اچھا کھلانے پلانے لگے۔ ان کو طاقت ور اور تگڑا کرنے کی تدبیریں کرنے لگے مسلمانوں

نے یہ حکم سُنا تو وہ مکہّ چھوڑ کر مدینے کی طرف جانے لگے۔ حضرت ابوبکرؓ دل ہی دل میں یہ سوچ رہے تھے کہ پیارے رسولؐ کے ساتھ جائیں تو سفر میں حضورؐ کی خدمت کا خوب موقع ملے گا۔ وہ اللہ سے یہی دُعا بھی کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اسی سوچ میں رہے۔ اس طرح کئی مہینے ہوگئے۔ قریب قریب سارے مسلمان مکے سے نکل کر مدینے پہنچے۔ یہ بات مکےّ کے سرداروں کو معلوم ہوئی تو وہ یہ سوچنے لگے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے مدینہ چلے گئے اور وہاں کے لوگ بھی مسلمان ہوگئے تو ان کی طاقت بڑھ جائے گی اس لیے (توبہ توبہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالنا چاہیئے۔ اُنھوں نے آپس میں صلاح کی اور حضورؐ کو قتل کرنے کے لیے ایک دن طے کرلیا۔ یہ بھی طے ہوا کہ رات کو حضورؐ کا گھر گھیرے رہیں گے اور صبح کو جب آپ گھر سے نکلیں گے تو قتل کردینگے

ایک مزے کی بات اور سُنیئے جس رات کے لیے مکےّ والوں نے یہ طے کیا تھا کہ حضورؐ کا گھر گھیرے رہیں گے اسی رات کے لیے اللہ کا حکم تھا کہ گھر سے نکل کر مدینے کی راہ لیں۔ حضورؐ نے جاکر اپنے پیارے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے کہا کہ میرے لیے بھی ہجرت کا حکم آگیا یہ سنکر حضرت ابوبکر رضؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ حضورؐ مجھے بھی ساتھ لے چلیں گے؟

جواب ملا۔ "ضرور، ضرور" - یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ خوش ہو گئے۔ کہنے لگے کہ مَیں نے اسی دن کے لیے چار اونٹنیاں الگ کر لی تھیں۔ اب یہ چاروں خوب تگڑی ہیں۔ انہی پر چلیں گے۔ اس کے بعد اپنی بڑی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، اپنے بیٹے عبداللہ اور اپنے غلام عامر ابن فہیرہ کو حکم دیا کہ سامان درست کرنا شروع کریں۔ حضرت ابوبکرؓ کے گھر کے یہ تینوں شخص مسلمان ہو چکے تھے اور دل وجان سے حضورؐ پر نچھاور ہونے کے لیے تیار رہتے تھے۔

ہجرت کی رات مکّے والوں نے حضورؐ کا گھر گھیر رکھا تھا لیکن حضورؐ اللہ کے حکم سے نکلے تو کافر آپ کو دیکھ نہ سکے۔ آپؐ گھر سے نکل کر سیدھے ابوبکرؓ کے گھر پہنچے۔ وہاں سارا سامان ٹھیک ٹھاک تھا۔ حضرت اسماءؓ نے کئی دن کا کھانا تیار کر کے اچھی طرح باندھ دیا تھا۔ حضورؐ ابوبکرؓ کو رات کو لے کر چل دیئے۔ مکّے کے قریب ایک پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ میں ایک غار ہے اس غار کو غارِ ثور کہتے ہیں۔ اسی غار میں حضورؐ پہنچے۔ حضرت ابوبکرؓ غار میں پہلے پہنچے۔ غار کو اندر سے صاف کیا۔ پھر جب یہ اطمینان ہو گیا کہ غار میں کوئی جانور یا کیڑا نہیں ہے تو حضورؐ کو بلایا۔ حضورؐ اندر گئے اور اپنے پیارے ساتھی کے ساتھ اسی میں چھپ گئے۔

اب مکے والوں کا حال سُنیئے۔ وہاں جب صبح ہوئی تو انہوں نے حضورؐ کو نہ پایا۔ سمجھ گئے کہ بچکر نکل گئے۔ بس اسی وقت اعلان کرا دیا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کر کے لائے گا یا اُن کا سر لائیگا اسے سَو سُرخ اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ عرب میں اُس وقت سُرخ اونٹ بہت قیمتی ہوتے تھے۔ انعام کے لالچ میں کافر حضورؐ کو تلاش کرنے نکل کھڑے ہوئے۔ وہ مدینے کے راستوں پر بھی گئے اور اِدھر اُدھر بھی ڈھونڈنا شروع کر دیا۔ ایک بار کچھ کافر غار ثور کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ اندر سے حضرت ابو بکر رضؓ نے دیکھ لیا۔ گھبرا کر حضورؐ سے کہا کہ وہ ذرا جھک کر دیکھیں گے تو ہمیں پالیں گے۔ حضورؐ نے جواب دیا۔ ”گھبراؤ نہیں، اللہ ہمارے ساتھ ہے“

اللہ کی مہربانی تھی۔ کافر اسی طرح کھڑے کھڑے اِدھر اُدھر دیکھتے رہے اور چلے گئے۔ غار ثور میں حضور تین دن رات چھپے رہے۔ ان تین دنوں میں ابو بکر رضؓ کے غلام عامر بن فہیرہ اور پیاری بیٹی اسماء دونوں یہ کرتے کہ بھیڑ بکریاں لے کر چگانے کے بہانے سے نکلتے۔ کھانا پانی ساتھ ہوتا۔ غار ثور کے پاس جا کر کھانا پانی حضورؐ کو دے آتے۔ پھر جب واپس آتے تو اپنے قدموں کے نشان مٹاتے ہوئے آتے تاکہ کافروں کو کچھ شک نہ ہو جائے کہ ابھی گذرا ہے کوئی اس طرف سے۔ یہ دونوں تو یہ

کرتے ۔ حضرت عبداللہ بہت سمجھ دار تھے ۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے ان کو یہ کام سونپا کہ جاکر مکے والوں میں بیٹھیں ۔ اُن کی باتیں سنیں اور وہ لوگ جو رائے مشورے کریں وہ سنیں اور آکر بتایا کریں ۔ عبداللہ روز روز کی خبریں آکر بتاتے کہ مکے والے یہ سوچ رہے ہیں اور آپ کو پکڑنے کے لیے یہ انتظام اور انعام کا اعلان کیا ہے ۔ غار میں تین دن چھپے رہنے کے بعد چوتھے دن مدینے کی طرف جانا تھا ۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے بیٹی ، بیٹا اور غلام سے کہا کہ سامان اور اونٹنیاں لے کر آؤ ۔ یہ سب سامان آگیا ۔ حضورؐ سوار ہوئے ۔ حضرت ابوبکر سوار ہوئے ۔ ایک آدمی کو مدینے کا راستہ بتانے پر طے کیا اُسے زیادہ سے زیادہ رقم پر طے کیا ۔ وہ آدمی راستہ بتاتا ہوا آگے آگے چلا ۔ راستے میں حضرت ابوبکر رضؓ کو یہ فکر تھی کہ حضورؐ کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے ۔ حضورؐ کو بھوک لگتی تو جھٹ کھانا حاضر کرتے ۔ پیاس لگتی تو پانی پیش کرتے ۔ دھوپ ہوتی تو سر پر کپڑا تان دیتے ۔ جب زیادہ دھوپ ہو جاتی تو ٹھہر کر آرام کرنے کی جگہ تلاش کرتے ۔ حضورؐ کے آرام کا انتظام کرتے ۔

راستے میں ایک دن سوچا کہ کہیں دودھ ملے تو پیارے رسولؐ کو پلائیں ۔ یہ سوچ کر جب ایک جگہ حضورؐ کو ٹھہرایا تو خود دودھ کے لیے اِدھر اُدھر نظر دوڑانے لگے ۔ ایک طرف ایک چرواہا بکریاں چگا رہا تھا

جھٹ اس کے پاس پہنچے۔ اس سے دودھ لیا۔ دودھ کو کپڑے سے ڈھانک کر حضورؐ کے پاس لائے۔ اُس میں ذرا سا پانی ملا کر حضورؐ کو پلایا۔ پھر شام ہوئی تو وہاں سے آگے بڑھے۔

اب سُنیئے۔ مکّے میں ایک جوان تھا۔ اُس کا نام تھا سُراقہ۔ سُراقہ بڑا بہادر آدمی تھا۔ ساتھ ہی بڑا لالچی بھی تھا۔ اُس نے مکّے کے سرداروں کا اعلان سُنا کہ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پکڑ لائے گا یا اُن کا سر لائیگا اُسے سَو سُرخ اونٹ انعام میں ملیں گے۔ انعام کے لالچ میں اُس نے تیر کمان لیا۔ تلوار کمر سے لگائی۔ نیزہ ہاتھ میں تھاما گھوڑے پر سوار ہوا اور حضورؐ کو تلاش کرنے چلا۔ ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے اُس نے آپ کو دیکھ لیا۔ گھوڑا دوڑا کر آپ کے پاس پہنچا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اُسے دیکھا تو سمجھ گئے کہ دُشمن ہے۔ حضورؐ سے بولے "دُشمن آگیا"۔ حضورؐ نے جیسے سُنا ہی نہیں۔ آپ نے کچھ دھیان ہی نہیں دیا۔ آپ اُس وقت قرآن کی تلاوت فرما رہے تھے۔ سُراقہ نے چاہا کہ حضورؐ پر حملہ کرے کہ اُس کے گھوڑے کے پاؤں ریت میں دھنس گئے۔ وہ گھوڑے سے اُترا۔ گھوڑے کی لگام پکڑ کر اُسے کھینچا۔ گھوڑا ریت سے نکلا۔ سُراقہ پھر سوار ہوا اور پھر حملہ کرنا چاہا۔ اُس کا گھوڑا پھر زمین میں دھنس گیا۔ وہ پھر اُترا اور تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا تو اس کا دل کھٹکا۔ سوچنے

لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سچ مچ اللہ کے رسول ہیں۔ ان کے ساتھ دشمنی کرنا ٹھیک نہیں بلکہ ان سے دوستی پیدا کرنا چاہیئے۔ یہ سوچ کر وہ پاس آیا۔ آپ سے سارا حال کہا۔ انعامی اعلان سُنایا۔ پھر لالچ میں پڑ کر اپنا حال بتایا۔ اس کے بعد معافی مانگی۔ حضورؐ نے معاف کر دیا۔ سُراقہ لوٹ گیا۔ راستے میں اب کوئی حضورؐ کو تلاش کرنے ادھر جاتا سُراقہ اُسے لوٹا دیتا کہ ادھر تلاش کرنا بیکار ہے۔ میں تو اس طرف سے آرہا ہوں۔

حضورؐ مدینے کے راستے پر جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے داماد زبیرؓ ملے۔ زبیر حضرت اسماءؓ کے شوہر تھے۔ وہ شام کی طرف سے آ رہے تھے، تجارت کے لیے گئے تھے۔ ساتھ میں تجارت کا مال بھی تھا۔ انھوں نے دونوں حضرات کی خدمت میں اچھے اچھے کپڑے پیش کیے۔ حضورؐ نے یہ کپڑے پسند فرمائے۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے حضورؐ کی رائے دیکھی تو کپڑے رکھ لیے۔

کئی دن کے بعد مدینے میں پہنچے۔ مدینے والے حضورؐ کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ آپ کو اپنے اپنے گھر میں ٹھہرانے کے لیے حضورؐ سے درخواست کرنے لگے۔ لیکن حضورؐ حضرت ابوایوب کے مکان پر ٹھہرے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سُنح کے مقام پر حضرت خارجہؓ کے یہاں ٹھہرے۔ اور کپڑے کی تجارت کرنے لگے۔ چند دنوں کے بعد بال بچے

بھی مدینے آگئے۔ ان کے بیٹے عبداللہ سب کو لے کر باپ کے پاس آگئے۔ باپ ابو قحافہ اور ایک اور بیٹے عبدالرحمٰن ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ وہ مکّہ ہی میں رہے۔

مدینے میں آکر حضرت ابوبکر رض اور آپ کی چھوٹی بیٹی حضرت عائشہ رض دونوں بیمار ہو گئے۔ حضرت عائشہ رض کی شادی حضرت ابوبکر رض نے حضور ص کے ساتھ مکّے ہی میں کر دی تھی۔ ان دونوں کی بیماری اتنی بڑھی کہ کوئی دوا کام نہ کرتی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور سے دُعا کے لیے کہا۔

ان دونوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی جو مکّے سے ہجرت کر کے یہاں آگئے تھے وہ بھی بیمار ہو گئے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ مکّے کی آب و ہوا اچھی نہ تھی۔ حضور ص نے دُعا فرمائی۔ اس دُعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدینے کی آب و ہوا اچھی ہو گئی۔ جو لوگ بیمار پڑ گئے تھے وہ سب بھی اچھے ہو گئے۔

مدینے میں پہنچکر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسجد کی داغ بیل ڈالی۔ مسجد کے لیے ایک جگہ پسند فرمائی۔ یہ جگہ دو یتیم بچوں کی تھی۔ آپ نے زیادہ سے زیادہ رقم دے کر وہ زمین لی۔ اس مسجد کے لیے رقم حضرت ابوبکر رض نے اپنے پاس سے دی۔ حضرت ابوبکر رض

جب مسلمان ہوئے تھے۔ اس وقت ان کے پاس چالیس ہزار کی رقم تھی پینتیس ہزار تو مکے میں اسلام کے لیے خرچ کر دیے۔ جو مسلمان غلام تھے اُن کو بڑی بڑی رقم دے کر خریدا اور آزاد کر دیا۔ پانچ ہزار جو بچے وہ یہاں مدینے میں خرچ ہو گئے لیکن حضورؐ کی محبت میں اور اسلام کے لیے یہ رقم خرچ ہوئی تھی۔ اِس لیے خدا کا شکر ادا کیا اور دل میں خوش ہوئے کہ یہ رقم اچھی جگہ خرچ ہوئی۔

لڑائیاں

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینے میں پہنچے تو حضورؐ نے مدینے میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی اسلامی حکومت کا مطلب یہ کہ اب یہاں سارے فیصلے اللہ کے حکموں کے مطابق ہوا کریں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان حکموں پر عمل کر کے دکھائینگے مدینے کے قریب قریب سب ہی لوگ اس وقت مسلمان ہو چکے تھے اسلامی حکومت بن جانے سے یہ سب بہت خوش ہوئے لیکن جب مکہ میں یہ خبر پہنچی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینے پہنچ گئے اور وہاں اسلامی حکومت قائم کی ہے تو مکّے والوں کو بڑی فکر ہوئی۔ انھوں نے سوچا کہ اگر یہ اسلامی

حکومت آگے چل کر مضبوط ہوگئی تو ہمارے لیے خطرہ ہی خطرہ ہے۔ اس لیے جلد سے جلد اسے ختم کر دینا چاہیئے۔

یہ سوچ کر مکّے والوں نے مدینے پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی انہوں نے لڑنے مرنے والے ایک ہزار سے زیادہ بہادر جمع کیے۔ ان کے لیے تیر کمان، نیزے، تلواروں اور لڑائی کے دوسرے سامان کا انتظام کیا۔ جب ہر طرح کے سامان سے تیار ہوگئے تو پورے لاؤ لشکر کے ساتھ مدینے کی طرف بڑھے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تیاریوں کی خبریں ملتی رہیں تھیں۔ جب آپ نے یہ سنا کہ مکّے والے لڑنے آ رہے ہیں تو آپ نے بھی اللہ کے سپاہیوں کو جمع کیا۔ یہ کل تین سو تیرہ (۳۱۳) نکلے۔ اِن بے چاروں کے پاس لڑائی کا سامان بہت کم تھا۔ گھوڑے نہ تھے۔ نیزے اور تلواریں کم تھیں۔ کھانے پینے کا سامان بھی کم تھا۔ لیکن حضورؐ اللہ کے بھروسے پر آگے بڑھے۔ بدر کے میدان میں جا کر مکّے والوں کو روکا دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں اور جب حضورؐ نے مکّے والوں کے لشکر کو ہتھیاروں سے لیس اور جنگی گھوڑوں کی قطاریں دیکھیں تو آپ نے دُعا کے لیے دونوں ہاتھ اُٹھا دیئے۔ آپ نے اس طرح دعا کی۔

"اے اللہ! تو نے مجھ سے فتح کا جو وعدہ کیا ہے اُسے آج پورا فرما دے، اے اللہ مجھے وہ فتح دے جس کا وعدہ مجھ سے فرمایا ہے

اے اللہ! مسلمانوں کی یہ چھوٹی سی جماعت اگر ختم ہو گئی تو پھر ساری زمین پر کبھی تیری عبادت نہ ہو گی"

پیارے نبیؐ گڑگڑا کر یہ دُعا فرما رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے پیچھے کھڑے تھے۔ وہ محبّت کے مارے آپ سے لپٹ گئے اور بولے "یا رسول اللہ! بس اب آپ بے چین نہ ہوں۔ اللہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا"۔

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے یہ کہا ہی تھا اور حضورؐ نے ابھی دُعا ختم نہ کی تھی کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے آ کر خوشخبری سُنائی۔ اللہ کا پیغام دیا کہ اے میرے رسول! (آج) میں ایک ہزار ایسے فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے برابر اُترتے رہیں گے (اسلیئے مسلمانوں کی تعداد کم ہونے سے مت گھبراؤ) آج کافر ہاریں گے اور پیٹھ دکھا کر بھاگیں گے"۔

یہ خوشخبری مسلمانوں کو سُنائی گئی۔ پیارے رسولؐ کے پیارے ساتھیوں نے آپ کے لیے ایک جگہ چھوٹا سا چھپّر بنا دیا تھا۔ آپ اس میں گئے اور لڑائی کا انتظام کرنے لگے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ ننگی تلوار لے کر آپ کی حفاظت کے لیے کھڑے ہوئے۔ لڑائی شروع ہوئی تو کافروں کا پورا زور اور دباؤ حضورؐ ہی کی طرف تھا۔ وہ بڑھ بڑھ کر آپ پر حملہ کرتے۔ لیکن حضرت ابو بکر صدیق رضؓ بڑھ کر ان کو بھگا دیتے۔ اس لڑائی میں حضرت

علیؓ اور حضرت حمزہؓ نے مکّے کے بڑے بڑے سرداروں کو مار گرایا تھا۔ اور بڑی بہادری سے لڑے تھے۔ لیکن حضرت علیؓ کا بیان ہے کہ ابوبکرؓ ہم سب سے زیادہ بہادر تھے۔ اکثر ایسا ہوا کہ پیارے رسول کے پیارے ساتھی اِدھر اُدھر لڑنے میں لگے ہوئے تھے اور حضورؐ اکیلے رہ گئے تھے اس وقت حضرت ابوبکرؓ اکیلے دُشمنوں کا مقابلہ کرتے اور حضورؐ کو کافروں کے وار سے بچاتے تھے۔

اس لڑائی میں حضرت ابوبکرؓ کو ایک امتحان اور دینا پڑا۔ ان کے بہادر بیٹے عبدالرحمٰن ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کافروں کے لشکر میں تھے۔ انھوں نے ایک بار میدان میں آکر پکارا "کون مسلمان مجھ سے مقابلہ کرتا ہے؟"۔ عبدالرحمٰن کی اس بے ادبی پر حضرت ابوبکرؓ کو بڑا غصّہ آیا۔ حضورؐ سے عرض کیا کہ اس بے ادب کو سزا دینے کے لیے مجھے اجازت دی جائے۔ لیکن حضورؐ نے روکا اور کہا کہ تم میرے پاس سے مت ہٹو اور اپنی بہادری سے مجھے فائدہ پہنچاؤ۔

بدؔر کی لڑائی بڑی مشہور لڑائی ہے۔ بدر کے میدان میں گھمسان کا رَن پڑا لیکن اللہ کا وعدہ تھا کہ فتح مسلمانوں کی ہوگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کافروں کے بڑے بڑے ستّر سردار مارے گئے۔ ان میں ابوجہل، اُمیہ بن خلف اور عتبہ جیسے لوگ تھے جو مکّہ کے رئیس کہلاتے تھے۔ ستّر ہی

سردار پکڑے بھی گئے۔ سرداروں کے مارے جانے اور پکڑے جانے سے کافر بھاگ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کی جیت ہوئی

اس لڑائی کے بعد اور بہت سی لڑائیاں کافروں سے ہوئیں حضرت ابوبکر رضؓ اسی طرح حضورؐ کے ساتھ رہے اور اپنی جان جوکھم میں ڈال ڈال کر آپ کو بچاتے رہے۔ ایک لڑائی میں تو ایسا ہوا کہ مسلمان بہت ہی زخمی ہو گئے تھے حضرت ابوبکر رضؓ کے بھی بہت زیادہ زخم آئے تھے لیکن جب حضورؐ نے پکارا کہ کون قریش (مکے کے کافروں) کا پیچھا کرے گا تو ستّر مسلمانوں نے جواب دیا "ہم"۔ ان ستر میں حضرت ابوبکرؓ بھی تھے۔

ایک اور دلچسپ اور نصیحت والا واقعہ سُنیے۔ ایک لڑائی جیت کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس آرہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ ٹھہرے۔ حضورؐ کے ساتھ آپ کی بیوی حضرت عائشہ رضؓ بھی تھیں۔ پھر جب وہاں سے چلے تو حضرت عائشہؓ نے بتایا کہ میرے گلے کا ہار کہیں گر گیا۔ یہ سُنکر حضورؐ نے پھر پڑاؤ ڈال دیا۔ ہار کی تلاش ہونے لگی۔ سارا دن بیت گیا۔ رات ہو گئی۔ حضور لیٹ گئے اور آپ کو نیند آگئی۔ سو گئے مسلمانوں کے پاس پانی بہت کم تھا۔ وہ سب ختم ہو گیا۔ اب بڑی پریشانی ہوئی خیر پیاس تو کسی نہ کسی طرح رو کی جا سکتی تھی۔ مگر وضو کے لیے کیا کریں؟

حضرت ابو بکرؓ کو بیٹی پر (حضرت عائشہؓ پر) غصہ آگیا۔ حضورؐ کے خیمے میں گئے۔ حضورؐ سو رہے تھے اس لیے چپکے چپکے بیٹی کو ڈانٹنے لگے کہ تیری وجہ سے مسلمانوں کو یہ تکلیف ہوئی اس طرح ڈانٹتے جاتے اور بیٹی کی کمر میں کچوکے مارتے جاتے۔

صبح کو حضورؐ جاگے تو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نازل ہوا۔ "اگر کہیں پانی نہ ملتا ہو تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔ اس طرح کہ مٹی پر ہاتھوں کو مارو اور اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھوں پر مل لو۔"

اللہ کا یہ حکم اترا تو پیارے رسولؐ کے تمام پیارے ساتھی رضؓ بہت خوش ہوئے۔ سب نے کہا کہ واہ بھئی واہ! ابو بکرؓ کی اولاد بھی کیسی اچھی ہے کہ اس کی غلطی سے ہم کو فائدہ پہنچا۔

ایک اور لڑائی کا قصہ ہے۔ کافر یہ چاہتے تھے کہ حضورؐ سے صلح ہو جائے۔ صلح کے لیے انھوں نے مشہور رئیس اور بہادر شخص کو آپ کے پاس بھیجا۔ وہ آپ کے پاس آیا اور باتیں کرتے کرتے اس کی زبان سے یہ نکل گیا۔

"اے محمد! میں تمہارے آس پاس ایسے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں جو وقت پڑنے پر ہمارے مقابلے میں ٹھہر نہیں سکتے۔"

اس کی اس بات پر حضرت ابو بکرؓ کو جوش آگیا۔ ڈانٹ کر بولے "او خدا کے دشمن! کیا ہم رسول اللہ کا ساتھ چھوڑ دیں گے؟"۔ اس کا د

نے حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھا اور کچھ نہ کہہ سکا۔ چُپ ہو کر رہ گیا۔

ایک اور لڑائی کے موقعہ پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے گھر کا سارا سامان دے کر پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور یہ تو سب جانتے ہیں کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینے سے اللہ تعالےٰ خوش ہوتا ہے اور اسلام کو ترقی ہوتی ہے۔ ہوا یہ کہ ایک بار روم کے بادشاہ سے حضورؐ کو مقابلہ کرنا تھا۔ رُوم کی سلطنت بہت بڑی تھی۔ روم کے بادشاہ کے پاس فوج بھی بہت زیادہ تھی اور سامان بھی۔ اس سے مقابلہ کرنا آسان نہ تھا۔ حضورؐ نے اللہ کے بھروسے پر مسلمانوں کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ جو شخص اس موقع پر اللہ کیلئے جو کچھ دے سکتا ہے دے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھیوں نے خوب دل کھول کر دیا۔ کسی نے ہزاروں کی رقم دی کسی نے گھوڑے دیئے کسی نے ہتھیار دیئے۔ جو لوگ غریب تھے وہ دن رات مزدوری کرتے پھر جو کچھ پاتے۔ اس میں سے کچھ پیسے بال بچوں کے کھانے کے لیے رکھ لیتے باقی حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر گھر کا آدھا مال لا کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر کا سارا سامان لے کر آئے۔ بدن پر صرف کمبل لپیٹ لیا۔ یہ سارا سامان حضورؐ کو دیا تو آپ نے پوچھا "پیارے ساتھی! بال بچّوں کے لیے کیا چھوڑا؟ عرض کیا کہ بال بچوں

کے لیے اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو چھوڑا ہے۔

آپ سمجھے! اس کا کیا مطلب؟۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گھر میں کچھ نہیں چھوڑا۔ اللہ اور اللہ کے رسولؐ ہی کو چھوڑا ہے۔ یعنی اللہ کے بھروسے پر سب کچھ دے دیا۔ اب وہ مالک ہے۔ جیسے چاہے۔ رکھے

آپ نے علامہ اقبالؒ (مشہور اسلامی شاعر) کا نام سنا ہوگا۔ اقبال صاحب نے اس خیرات کا حال نظم میں لکھا ہے۔ آخر میں یہ شعر لکھا ہے: ؎

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیئے ہے خدا کا رسول بس

یعنی جس طرح پروانہ چراغ کو اپنا سب کچھ سمجھتا ہے اور بلبل پھول کو، اس طرح ابوبکر صدیق رضؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سب کچھ سمجھتے تھے اور پروانے اور بلبل کی طرح حضورؐ کے عاشق۔

کافروں سے مسلمانوں کی لڑائیاں ہوتی رہیں۔ آخر وہ دن بھی آیا کہ حضورؐ نے بڑھ کر مکہ فتح کر لیا۔ جب مکہ فتح ہوگیا تو حضرت ابوبکرؓ اپنے باپ ابو قحافہ کے پاس گئے۔ انھیں سمجھایا۔ پھر اُن کو ساتھ لے کر حضورؐ کے پاس آئے۔ ابوقحافہ بہت بوڑھے تھے۔ حضورؐ ان کو دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اپنے پیارے ساتھی ابوبکر رضؓ سے کہا کہ ان بزرگ کو کیوں تکلیف دی میں خود ان کے پاس جاتا۔ اس کے بعد ابو قحافہ بھی مسلمان ہو گئے اور

عبدالرحمٰن بھی مسلمان ہو گئے۔ وہی عبد الرحمٰن جو بدر کی لڑائی میں لڑنے گئے تھے اور جن کے مقابلے کے لیے ابو بکر رضؓ نے حضورؐ سے اجازت مانگی تھی۔ اس وقت پیارے رسولؐ کے پیارے ساتھیوں میں صرف ابو بکرؓ ہی ایسے تھے جن کا پورا گھرانہ مسلمان ہو گیا تھا اور سب میں یہ بڑائی ابو بکرؓ ہی کو حاصل تھی کہ اُن کے ماں باپ بھی مسلمان تھے اور اولاد بھی۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

پیارے رسُولؐ کی وفات

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔ آخری عمر میں آپ نے جو حج کیا تو واپس آکر ایک دن فرمایا کہ اللہ نے اپنے ایک بندے سے فرمایا کہ اے بندے! یا تو دنیا کے قریب رہ لو یا اللہ کے قریب! اُس بندے نے اللہ کے قریب رہنا پسند کیا۔

ظاہر میں پیارے رسولؐ کی بات ایک نصیحت کی بات تھی۔ آپ ایسی ہی نصیحتیں فرمایا ہی کرتے تھے۔ لیکن یہ بات سنکر حضرت ابو بکر رضؓ عنہ رونے لگے۔ لوگوں نے پوچھا "یہ رونے کی کیا بات ؟" حضرت ابو بکر رضؓ نے بتایا کہ دراصل پیارے رسولؐ نے یہ بات کہہ کر

اپنی وفات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کو بتایا ہے کہ تھوڑے ہی دنوں میں اپنے پاس بلالے گا۔ اللہ کے قریب رہنے کا یہی مطلب ہے۔

سچ مچ ایسا ہی ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد حضورؐ بیمار پڑے جب بیماری زیادہ بڑھی اور آپ سے چلا نہ گیا تو آپ نے فرمایا "ابوبکرؓ نماز پڑھائیں"

اسی زمانے میں ایک دن ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ اتنے میں حضورؐ مسجد میں آئے تو ابوبکرؓ نے ہٹنا چاہا لیکن حضورؐ نے منع کیا پھر ابوبکرؓ کے پاس آکر بیٹھ گئے اور نماز پڑھنے لگے۔ ابوبکرؓ حضورؐ کو دیکھ کر نماز پڑھتے اور سارے نمازی ابوبکرؓ کو دیکھ کر۔

اسی نماز کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ جن لوگوں نے مجھ پر احسان کیا ہے۔ میں نے اُن میں سے ہر ایک کا بدلہ چکا دیا لیکن جو احسان ابوبکرؓ نے کیا ہے۔ اس کا بدلہ باقی ہے۔ ابوبکرؓ اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ دے گا۔ خدا کی قسم! مجھے جتنا فائدہ ابوبکرؓ کے مال سے پہنچا، اتنا کسی اور کے مال سے نہیں پہنچا، اگر میں خدا کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا لیکن اللہ نے مجھے اپنا دوست بنا لیا ہے۔ اس لیے ابوبکرؓ میرے دینی بھائی اور یارِ غار (غار کے ساتھی) ہیں۔ میرے

بعد مسجد کی طرف جس مکان کے دروازے ہوں سب بند کر دیئے جائیں لیکن ابوبکر رضؓ کے مکان کا دروازہ نہ بند کیا جائے۔

اس کے بعد دوشنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو حضورؐ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کے پیارے ساتھیوں (صحابہؓ) نے آپ کی وفات کی خبر سُنی تو سب کو بڑا دُکھ ہوا۔ اتنا دُکھ کہ اُنھیں کسی اور بات سے نہیں ہو سکتا تھا۔ حضورؐ کے پیارے ساتھی اپنی جان، اپنی دولت اور اپنی اولاد سے زیادہ آپ کو چاہتے تھے۔ حضورؐ کی موت کا حال سُنا تو سب بدحواس ہو گئے۔ حضرت عمر رضؓ کا تو یہ حال تھا کہ جیسے اُن کی عقل ہی جواب دے گئی۔ اُنھوں نے ننگی تلوار لے کر کہا کہ جو کہے گا کہ حضورؐ وفات پا گئے، اُسے قتل کر دوں گا۔

اس موقع پر حضرت ابوبکر رضؓ ہی ایسے تھے کہ سب سے زیادہ حضورؐ سے محبت تھی لیکن انھوں نے اپنے کو سنبھالا۔ مسلمانوں سے کہا "دیکھو جو لوگ محمدؐ کی عبادت کرتے تھے وہ سمجھ لیں کہ محمدؐ وفات پا گئے اور جو لوگ اللہ کی عبادت کرتے تھے، وہ سمجھ لیں کہ اللہ زندہ ہے اور وہ کبھی نہ مرے گا"۔ یہ کہہ کر قرآن کی وہ آیت پڑھی جس کا مطلب یہ ہے

"محمدؐ صرف اللہ کے ایک رسولؐ ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول ہو چکے ہیں"۔

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے یہ آیت پڑھی تو سمجھ گئے کہ پیارے رسول خدا تو نہ تھے۔ رسول ہی تھے اور سارے رسولؐ جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں۔ وہ وفات پا گئے۔ اللہ کے سوا سب کو موت آنی ہے تو سچ مچ حضورؐ کو اللہ نے اپنے پاس بلا لیا ہے۔

اب سب کے حواس ٹھکانے ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ نے یہ جو آیت پڑھی تو سب کو ایسا لگا کہ جیسے یہ آیت آج ہی اُتری ہو بات یہ تھی کہ اس وقت لوگ ایسا پریشان ہو گئے کہ اس آیت کی طرف دھیان نہیں گیا۔ سچی بات یہ ہے کہ اس وقت اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضؓ کو نہ سنبھالا ہوتا تو خدا جانے کیا ہو جاتا۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ کے حجرے میں وفات پائی تھی۔ آپ کی وفات کے بعد لوگ یہ سوچنے لگے کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ ۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے بتایا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ نبی اُسی جگہ دفن کیا جاتا ہے جس جگہ اُس کی وفات ہوتی ہے۔ چنانچہ حضورؐ کی قبر حضرت عائشہ رضؓ کے حجرے ہی میں بنائی گئی اور وہیں آپ کو دفن کیا گیا۔

"كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ"

جو دُنیا میں ہے، وہ ضرور مرے گا۔

خلیفۂ اوّل

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ آپ نے اللہ کے حکموں کے مطابق اسلامی حکومت کا کام چلا کر دکھا دیا۔ اپنے پیارے صحابہؓ کو سمجھا دیا اور بتا دیا کہ اسی طرح اسلامی حکومت کا کام کرنا۔ اسلامی حکومت میں دین اور دُنیا کے سارے کام اللہ اور رسولؐ کے حکموں کے مطابق ہوتے ہیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ کے لئے جس طرح اللہ نے حکم دیئے اور جس طرح پیارے رسولؐ نے کر کے دکھا دیا اسی طرح اسلامی حکومت میں عبادت ہونا چاہیئے۔ شادی، بیاہ، لین دین، رہنا بسنا، تعلیم وغیرہ بھی اسی طرح اسلامی حکومت میں ہوتی ہے جو اللہ کے حکموں کے مطابق ہو اور اس طرح ہو جیسے حضورؐ نے بتایا، سکھایا اور سمجھایا۔ دشمنوں سے لڑنا، سمجھوتہ کرنا، عدالتی فیصلے، لوگوں کو اللہ کے حکموں پر اس طرح چلانا جیسے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا، یہ بھی اسلامی

حکومت کا کام ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی کام ہو، اسلامی حکومت میں اسی طرح ہوگا، جو اللہ نے پیارے نبیؐ کو بتایا اور آپ نے اللہ کے بندوں کو سمجھایا۔

جب تک پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رہے۔ آپ نے یہ سب کیا۔ آپ کی وفات کے بعد لوگ سوچنے لگے کہ اب اسلامی حکومت کا کام چلانے کے لیے کس کو چُنا جائے؟ پیارے رسولؐ کے پیارے ساتھیوں میں سب سے زیادہ قابل، سب سے زیادہ سمجھ دار اور بہادر حضرت ابوبکر تھے۔ سب نے بہت سوچ سمجھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو چُنا۔ اسلامی حکومت کا کام چلانے کے لیے جس شخص کو چُنا جاتا ہے، اسے خلیفہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضؓ اسلامی حکومت کے سب سے پہلے خلیفہ ہوگئے۔

خلیفہ ہونے کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک بڑی اچھی تقریر فرمائی۔ آپ نے کہا "میں اسلامی حکومت کا کام اُسی طرح کرونگا جس طرح اللہ کا حکم ہے اور جس طرح حضورؐ نے سکھایا۔ اگر میں ایسا کروں تو تم کو چاہیئے کہ میرا ساتھ دو، میرا کہنا مانو اور اگر میں ایسا نہ کروں تو پھر میرا کہنا نہ ماننا۔

اس کے بعد خلیفۂ اول نے نماز اور جہاد کی نصیحت کی اور نیک کام کرنے کی طرف دھیان دلایا۔ فرمایا کہ جو قوم اللہ کی راہ میں جہاد نہیں

کرتی اللہ اُسے ذلیل کر دیتا ہے اور جو لوگ بُرے کام کرتے ہیں ان کو اللہ مصیبت میں پھنسا دیتا ہے۔ وغیرہ۔

اسلامی حکومت خطرے میں

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سارے عرب میں پھیلی تو بُرے لوگوں نے اسلامی حکومت کو ہڑپ کرنا چاہا۔ چار نہایت چالاک آدمیوں نے طرح طرح کے کرتب دکھا دکھا کر لوگوں کو اپنا معتقد بنایا۔ اور اپنے کو نبی کہلوایا۔ ان میں سے ایک مکار کا نام اسود عنسی تھا۔ یہ یمن کا رہنے والا تھا۔ دوسرا طلیحہ اسدی تھا۔ تیسرا مسیلمہ کذاب، یمامہ کا رہنے والا اور چوتھی ایک عورت تھی جس کا نام سجاح تھا۔

ان چاروں کی قوم کے بہت سے لوگوں نے ان کا ساتھ دیا۔ ان سب نے ہزاروں لڑاکا لوگوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ بڑی بڑی فوجیں بنائیں اور سب نے یہ طے کیا کہ اسلامی حکومت کو ختم کر کے اپنی اپنی حکومت قائم کریں۔ یہ سوچ کر سب اپنی اپنی جگہ سے مدینے کی طرف چلے۔ ان کا ارادہ تھا کہ مدینے پر حملہ کر کے مسلمانوں کو ختم کر دیں پھر مزے سے راج کریں۔

کچھ ایسے مسلمان تھے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔ انھوں نے دینِ اسلام کو ابھی اچھی طرح سمجھا نہیں تھا۔ ان کا ایمان کچا تھا اور وہ لالچی بھی تھے۔ انھوں نے یہ کیا کہ زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، کچھ ایسے شریر تھے جنھوں نے کہا کہ ہم زکوٰۃ تو دیں گے لیکن اسلامی حکومت کے بیت المال (خزانہ) میں جمع نہیں گے۔ خود جیسے چاہیں گے خرچ کرینگے اور اگر اسلامی حکومت کا خلیفہ ہم سے زکوٰۃ مانگے گا تو اس سے لڑینگے خود مدینے میں کچھ ایسے مسلمان تھے جو دل میں تو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے لیکن زبان سے اپنے کو مسلمان کہتے تھے اور دکھانے کے لیے مسلمانوں کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتے تھے۔ بہ ظاہر یہ مسلمانوں کے ساتھ ہوتے لیکن جب موقع ملتا، دشمنوں سے مل جاتے اور دین اسلام کو ختم کرنے کی باتیں سوچا کرتے۔ ایسے لوگوں کو منافق کہتے ہیں یہ منافق زکوٰۃ نہ دینے والے لالچی اور شریر لوگوں کو خوب بڑھاوا دیتے اور چھپ چھپ کر کہلا بھیجتے کہ تم مدینے پر حملہ کرو، ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔

ایک مصیبت پہلے سے چلی آرہی تھی، اسلامی حکومت کے اُتر میں ملک شام تھا۔ ملک شام سے آگے عیسائیوں کی حکومت تھی ان کا بادشاہ ہرقل تھا اُس کے پاس بہت بڑی فوج تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ نئی نئی جو اسلامی حکومت بنی ہے وہ مضبوط ہو۔ شام میں اور اُس

کے آس پاس بہت سے ایسے حاکم تھے جو اس کی طرف سے مقرر کیے گئے تھے۔ اُس نے اپنے حاکموں سے کہا کہ جس طرح ہو اسلامی حکومت کو ختم کرو۔ یہ سارے حاکم عرب اور شام کی سرحد پر آئے دن چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے۔ فوجیں چڑھا لاتے اور لوٹ مار کر کے چلے جاتے۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے یہ شرارتیں کیا کرتے تھے۔ ان سے مسلمانوں کی ایک مشہور لڑائی بھی ہو چکی تھی۔ اس لڑائی میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تین پیارے ساتھی شہید ہوئے تھے۔ ایک زید بن حارثہ۔ دوسرے جعفر طیار اور تیسرے عبداللہ بن رواحہ۔ یہ تینوں پیارے ساتھی بڑے بہادر بھی تھے اور پیارے رسولؐ ان سے محبت بھی کرتے تھے۔

پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کی شرارتوں کو روکنے کے لیے حضرت زید بن حارثہ کے نوجوان بیٹے حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ایک لشکر کے ساتھ شام کی طرف جانے کا حکم دیا تھا۔ ابھی یہ لشکر مدینے سے نکلا ہی تھا کہ پیارے نبیؐ کی وفات ہو گئی اور اُسامہؓ ٹھہر گئے۔

دیکھا آپ نے! جب حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ اول ہوئے تو اسلامی حکومت کیسے خطرے میں تھی۔ ایک طرف اپنے کو نبی کہلوانے والے وہ جھوٹے اور مکار تھے جو لشکر لیے مدینے کی طرف بڑھے چلے آرہے تھے دوسری طرف وہ شریر اور لالچی مسلمان تھے جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا۔

تیسری طرف مدینے کے آس پاس کے لوگ تھے جن سے مدینے کے منافق ملے ہوئے تھے اور اُنھیں شرارت پر اُکسایا کرتے تھے ۔ اور شام کی طرف عیسائی بادشاہ اسلامی حکومت کو کسی طرح بھی نہیں دیکھ سکتا تھا ۔

صِدّیقی تدبیریں

ان سارے خطروں کا مقابلہ کرنے کے لیے خلیفۂ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پیارے رسولؐ کے پیارے ساتھیوں کو بلایا اور اُن سے رائے لی کہ کیا کرنا چاہیئے ؟ ۔ صحابہ (پیارے رسول کے پیارے ساتھیوں) نے رائے دی کہ اس وقت سارے عرب میں لوگ اسلام اور اسلامی حکومت کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں ۔ اس لیے حضرت اُسامہؓ کو اِس وقت روک لیا جائے اور اسی فوج سے دشمنوں کا مقابلہ کیا جائے ۔ جب عرب کا فساد مِٹ جائے تو عیسائی بادشاہ سے نبٹ لیا جائے گا ۔

ان صحابہؓ کی اس بات کا جواب حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے جو کچھ دیا وہ سُننے کے لائق ہے اور اس میں ایمان بڑھانے والی اور نصیحت والی بات ہے ۔ فرمایا ۔ " خدا کی قسم ! جس کے قبضے میں میری

جان ہے۔ چاہے مدینہ خالی ہو جائے اور میں اکیلا ہی رہ جاؤں اور شیر اور بھیڑیئے اور کتّے میرے جسم کی بوٹیاں نوچ کھائیں پھر بھی میں اُسامہؓ کو نہ روکوں گا کیونکہ اُسامہ کو پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر دے شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ (مطلب یہ کہ جو کچھ پیارے رسولؐ نے حکم دیا ہے اس کے خلاف نہ کروں گا) اس کے بعد اسلامی جھنڈے کی طرف اشارہ کر کے بڑے جوش کے ساتھ فرمایا "خدا کی قسم! جس جھنڈے کو اللہ کے نبی نے لہرایا ہے، اُسے میں کسی طرح بھی نہ لپیٹوں گا"۔

تمام صحابہ سنّاٹے میں آگئے۔ پھر ایک صاحب نے رائے دی کہ "اچھا اگر آپ اس لشکر کو بھیجنا ہی چاہتے ہیں تو اس کا افسر نوجوان اُسامہ کو نہ بنایئے، کسی تجربہ کار اور بڑی عمر کے شخص کو سپہ سالاری دیجئے"۔

یہ سُنکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا۔ فرمایا کہ پیارے رسولؐ نے تو اُسامہ کو اس لشکر کا امیر بنایا اور تم کہتے ہو کہ میں اُسامہ کو افسر نہ بناؤں۔ (میں ہرگز پیارے رسولؐ کے حکم کو ٹال نہیں سکتا)۔

اس کے بعد یہ کہا گیا کہ اچھا اگر آپ یہی کرنے والے ہیں تو اس لشکر میں جو بڑے بڑے سمجھ دار اور نامی لوگ ہیں ان میں سے

کچھ لوگوں کو صلاح مشورے کے لیے روک لیجئے۔

حضرت ابوبکرؓ نے یہ رائے بھی نہیں مانی۔ فرمایا۔ پیارے رسولؐ نے جسے بھی اس لشکر کے ساتھ بھیجا ہے اُسے میں نہیں روک سکتا۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ وہ تمام لوگ اُسامہ کے ساتھ جائیں گے جن کا نام پیارے رسولؐ نے لیا ہے۔

اللہ اکبر، پیارے رسولؐ کے کیسے تابعدار تھے ابوبکر صدیقؓ حضورؐ کے حکم کے خلاف ذرا سی بات بھی کرنے پر راضی نہیں۔

فوج چلی تو حضرت اُسامہؓ اپنے والد حضرت زیدؓ کے گھوڑے پر سوار ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ پیدل ان کے ساتھ چلے تو حضرت اُسامہ نے گھبرا کر عرض کیا۔ "اے مسلمانوں کے خلیفہ! یا تو آپ سوار ہو جائیں یا پھر میں سواری سے اترتا ہوں"۔

"نہ، ہرگز نہیں! میں ہرگز سوار نہ ہوں گا اور تم کو خدا کی قسم ہے، سواری سے مت اُترنا، میں چاہتا ہوں کہ تھوڑی دور پیدل چلوں اور گرد میرے پاؤں پر پڑے۔ (معلوم ہے!) اللہ کے سپاہی کے ہر قدم کے بدلے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں"

یہ تھا جواب خلیفہ اول کا۔ اس لشکر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے صحابہ تھے۔ تھوڑی دور چل کر خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق

رضی اللہ عنہ نے حضرت اُسامہ رضؓ سے کہا "اگر تم اجازت دو تو میں صلاح مشورے کے لیے عمر رضؓ کو اپنے پاس رکھ لوں"

حضرت اسامہ رضؓ نے نہایت خوشی سے اجازت دے دی اور اس لشکر کے صرف ایک سپاہی حضرت عمر رضؓ رُک گئے لوگ حیران تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ خلیفہ اول نے یہ کیا کیا۔ مدینے کے چاروں طرف خطرہ ہی خطرہ ہے۔ فسادی حملہ کرنے پر تُلے ہیں۔ بہت سے لوگ زکوٰۃ نہیں دے رہے ہیں۔ ایسے وقت میں اللہ کے بہترین سپاہیوں کو مدینے سے کوسوں دور بھیج دیا۔

حضرت ابوبکر یہ سب سُنتے اور صبر کرتے۔ لیکن اس سے زیادہ سچی اور پکی بات یہ ہے کہ جو اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کے حکموں پر چلنے کے لیے جم جاتا ہے۔ اللہ اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔ اب دیکھیے جس وقت حضرت اُسامہ رضؓ اسلامی لشکر کو لے کر مدینے سے نکلے اور یہ خبر چاروں طرف پھیلی تو اللہ کی طرف سے دشمنوں کے دلوں پر رُعب چھا گیا۔ وہ یہ سمجھے کہ جب ایسی فوج اتنی دور بھیجی جا سکتی ہے تو مدینے میں خلیفہ کی اصل فوج نہ جانے کتنی ہو۔ تو ہوا یہ کہ وہ چاروں مکّار اور جھوٹے اور چالاک جو اپنے کو نبی کہلوا رہے تھے اور فوجیں لیے مدینے آ رہے تھے، اپنی اپنی جگہ رُک گئے اور یہ سوچنے لگے کہ اُسامہ کی لڑائی کا حال دیکھ لیں

کہ کیا ہوتا ہے، اس کے بعد سمجھ بوجھ کر اور اپنا لشکر بڑا کر کے مدینے پر حملہ کریں گے۔ جب تک اُسامہ کی لڑائی ختم ہو، اس وقت تک اپنی طاقت بڑھالیں ہتھیار اور سامان بڑھائیں۔

زکوٰۃ نہ دینے والوں سے لڑائیاں

یہ تو ان چاروں مکاروں نے سوچا اور راستہ ہی میں رُک گئے یہاں حضرت ابو بکر رضؓ نے یہ کیا کہ بچے کھچے مسلمانوں کی ایک فوج ساتھ لی اور مدینے کے آس پاس کے شریروں کو سزا دینے کے لیئے نکل پڑے لیکن صحابہؓ نے پھر ٹوکا۔ انھوں نے کہا۔

"اے مسلمانوں کے خلیفہ! جو لوگ مسلمان ہیں، نماز پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں لیکن زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے ہیں، ان پر آپ حملہ کیسے کر سکتے ہیں، یہ بات تو ٹھیک نہیں۔ نبی نے فرمایا ہے کہ جو لوگ کلمہ پڑھ لیں تو ان کی جانیں اور ان کا مال محفوظ ہے ہاں اگر ان پر کسی کا حق نکلتا ہے تو بات دوسری ہے۔

اس کا جواب حضرت ابو بکر رضؓ نے یہ دیا کہ "خدا کی قسم! جو لوگ پیارے نبیؐ کے زمانے میں اونٹ کے پیر باندھنے کی رسّی بھی دیتے

تھے اگر اُسے دینے سے انکار کریں گے تو میں اُن سے لڑوں گا"۔ یہ کہکر ایک زوردار تقریر کی اور سمجھایا کہ زکوٰۃ کا حکم اللہ نے دیا ہے اور یہ بندوں کا حق ہے اور قرآن میں جس طرح اُس کے خرچ کرنے کا حکم آیا ہے، اُس طرح خرچ ہونا چاہیئے، جو شخص زکوٰۃ دینے سے انکار کرتا ہے وہ اللہ کے حکم کو رد کرتا ہے، بندوں کا حق مارتا ہے اور قرآن کے حکموں کو ٹالتا ہے۔

اس طرح حضرت ابوبکر رضؓ نے تقریر کی تو بات لوگوں کی سمجھ میں آگئی۔ حضرت عمر رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ تقریر سُنکر سمجھ لیا کہ اسلام اور قرآن جتنا ابوبکر رضؓ سمجھتے ہیں اتنا ہم میں سے کوئی نہیں سمجھتا۔

اب مدینے کے سارے مسلمان اللہ کے حکم کے مطابق اپنے خلیفہ کے ساتھ ہوگئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدینے کی حفاظت کا انتظام کرکے صبح ہی صبح نکلے اور مدینے کے آس پاس جو دشمن جمع ہو رہے تھے اُن پر حملہ کر دیا۔ یہ دیکھ کر آس پاس کے وہ سچے اور وفادار مسلمان جو فسادیوں سے ڈرے اور سہمے ہوئے تھے اور فسادی اُن سے زکوٰۃ مانگ رہے تھے اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے تھے، تلواریں سُونت کر نکل آئے۔ انھوں نے خلیفہ کا ساتھ دیا۔ فسادیوں سے لڑے بھی اور زکوٰۃ بھی ادا کی۔ یہ دیکھ کر فسادیوں نے کچھ اور سچے مسلمانوں کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ یہ خبر حضرت ابوبکر رضؓ کو ہوئی تو آپ نے ان مسلمانوں کا بدلہ لینے کی قسم

کھائی۔ یہ حادثہ ذوالقصہ کے مقام پر پیش آیا۔ آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ ذوالقصہ پر حملہ کر دیں اور خود آگے بڑھے تو بڑے بڑے سمجھدار صحابہؓ نے عرض کیا "اے مسلمانوں کے خلیفہ! آپ اس طرح آگے نہ بڑھیں اور اپنے کو خطرے میں نہ ڈالیں۔ آپ تو مدینے میں بیٹھ کر انتظام کریں ہم جان دینے کے لیے حاضر ہیں۔ اگر (خدا نہ کرے) آپ کی جان کو کچھ نقصان پہنچا تو اسلامی حکومت کا انتظام ہی بگڑ جائے گا۔ آپ مدینے میں جمے رہیں گے تو دشمن پر رعب چھایا رہے گا۔ آپ کسی دوسرے کو سردار بنا کر بھیجیے"۔

حضرت علی رضؓ نے تو محبت کے مارے خلیفہ کے گھوڑے کی لگام تھام لی اور بولے "اے پیارے رسولؐ کے پیارے خلیفہ! آپ کہاں جا رہے ہیں۔ میں اس وقت آپ سے وہی کہوں گا جو اُحد کی لڑائی میں پیارے نبیؐ نے آپ سے کہا تھا کہ اپنے کو خطرے میں نہ ڈالیے، آپ تلوار کو میان میں کیجیے۔ مدینے میں بیٹھ کر انتظام فرمائیے"۔

کامیابیاں

خدا کی قدرت! کہ اُسی زمانے میں حضرت اُسامہ اپنی لڑائی

جیت کر بڑے ٹھاٹ سے واپس آ گئے۔ اُن کے ساتھ بہت سا مال غنیمت تھا۔ اُن کے آنے کی خبر ہوئی تو مدینے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ خلیفۂ اول حضرت ابو بکر رض، تمام صحابہ اور عورتوں نے بھی بڑھ کر حضرت اُسامہ کا استقبال کیا۔ جس وقت اُسامہ رض مدینے میں داخل ہوئے تو وہ اپنے باپ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ اسلامی جھنڈا حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا جو ہوا سے لہرا رہا تھا۔ یہ وہی جھنڈا تھا جسے اللہ کے آخری رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے لہرایا تھا اور حضرت اُسامہ رض کو دیا تھا۔ اسی کے بارے میں حضرت ابو بکر رض نے فرمایا تھا کہ خدا کی قسم! "میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لہرائے ہوئے جھنڈے کو ہرگز نہ لپیٹوں گا"

اس فتح پر کچھ بڑے بڑے صحابہ رض جوش میں آ کر پکار اُٹھے "خدا کی قسم! اگر ابو بکر رض خلیفہ نہ ہوتے تو اللہ کی عبادت نہ ہوتی"۔ مدینے میں یہ خوشی تھی اور عرب کے جس شخص نے یہ خبر سُنی اس پر رُعب چھا گیا۔ یہ سب اللہ کی طرف سے ہوا اور اللہ اسی کی مدد کرتا ہے جو اس کے حکموں پر اس طرح چلتا ہے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا، سکھایا اور کر کے دکھایا اور اللہ کے نبی ؐ کے حکموں پر ابو بکر رض چلے۔ یہ پہلی اور بڑی کامیابی اللہ نے عطا فرمائی۔

حضرت اُسامہ رض کے آجانے سے مسلمانوں کے حوصلے اور بڑھے حضرت

ابو بکرؓ نے حضرت اُسامہ رضؓ کو مدینے کا انتظام سونپا اور کہا کہ تم سستا لو۔ اس کے بعد ایک اچھی سی فوج لے کر ذو القصہ کے شریروں پر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو قتل کرنے کا بھرپور بدلہ اُن سے لیا۔ پھر دوسرے شریروں اور فسادیوں کو سزا دے کر اُن کے خطرے کو دُور کیا اور جب اطمینان ہو گیا تو مدینہ واپس آئے۔

جھُوٹے نبیوں کی سرکوبی

مدینے کے آس پاس جب انتظام ٹھیک ہو گیا تو اب حضرت ابو بکرؓ نے چاروں جھوٹے نبیوں اور ان لوگوں کی طرف توجہ دی جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا یا جو اسلام سے پھر گئے تھے یعنی مُرتد ہو گئے تھے۔

ان سب کا مقابلہ کرنے کے لیے حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے گیارہ جھنڈے بنائے۔ گیارہ فوجیں تیار کیں اور پھر اُن کے گیارہ افسر چُنے۔ ان افسروں کو ایک ایک جھنڈا دیا اور دشمنوں کی طرف روانہ کرنا شروع کر دیا جس افسر کو اسلامی لشکر کے ساتھ بھیجتے اُسے بڑی اچھی اچھی نصیحتیں کرتے۔ سمجھاتے کہ دیکھو، جس سے جو وعدہ کرنا، اُسے ضرور پورا کرنا، بچوں، بُوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ جھوٹ نہ بولنا، خیانت نہ کرنا۔ جتنی ضرورت

ہو، اس ضرورت کے مطابق اونٹ، بکری وغیرہ ذبح کرنا۔ جس قوم سے جنگ کرنا، پہلے اُسے سمجھانا، جس سے ملنا اُس کی عزت اور اس کی بزرگی کا خیال کرنا۔ جب کھانا کھانا تو بسم اللہ ضرور پڑھ لینا۔ دوسرے مذہب کے جو لوگ اپنے اپنے گرجا گھروں یا مندروں میں اپنے خدا کی عبادت میں لگے ہوں۔ اُن کو نہ چھیڑنا اور ان تمام باتوں کا خیال رکھنا جن کے کرنے کا حکم اللہ کے رسول ؐ نے دیا۔ نہ کمی کرنا نہ زیادتی کرنا اب جاؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔

اس طرح کی اور بہت سی نصیحتیں کر کے اپنے گیارہ سرداروں کو مدینے سے دُور بھیجدیا اور انتظام ایسا کیا کہ دن دن کی خبریں آتی رہیں یہ فوجیں روانہ ہوئیں۔ خدا کی مدد ان کے ساتھ تھی۔ اللہ نے ہر جگہ ان کو فتح دی دشمن ہارے۔ دو جھوٹے نبی مسیلمہ کذّاب اور اسود عنسی قتل ہوئے۔ طلیحہ ہارا تو بھاگا اور پھر سچے دل سے مسلمان ہو گیا۔ وہ مکّار عورت سجاح جس نے اپنے کو نبی کہا تھا۔ وہ بھی بھاگی اور اپنے وطن میں جا کر گھر بیٹھ رہی اور پھر مسلمان ہو گئی۔ اللہ نے ان سب کا قصہ پاک کیا۔

اب ایران اور شام

وہ لوگ بھی اسلامی فوجوں کا مقابلہ نہ کر سکے جو مدینے سے دور رہتے تھے اور جنھوں نے زکوٰۃ بھیجنے سے انکار کیا تھا۔ اسلامی حکومت کے اندر اس فساد کو دور کرنے میں حضرت ابوبکر رض کو پورا ایک سال بیت گیا۔ اس کے بعد آپ نے اسلامی حکومت کی سرحدوں کے پاس والی حکومتوں کی طرف دھیان دیا۔ شام کی سرحد پر حضرت اُسامہ رض کے ہاتھوں عیسائی بہت بُری طرح ہار چکے تھے لیکن بار بار اسلامی حکومت میں گھُس آتے اور لُوٹ مار کر کے واپس چلے جاتے۔ یہی حال دوسری طرف ایران کی سرحد پر ایرانی کر رہے تھے۔ شام کی طرف عیسائیوں کی رومی سلطنت اور ایران کی طرف ایرانی سلطنت دونوں بہت بڑی سلطنتیں تھیں ان کے بار بار حملوں کی خبر حضرت ابوبکر رض کو ہوئی تو آپ نے تمام صحابہ رض کو جمع کیا اور ایک زوردار تقریر فرمائی۔ تقریر میں کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ سرحد پر جو لوگ اسلامی حکومت میں گھُس کر مسلمانوں کو پریشان کرتے ہیں، ان سے جہاد کروں

اس جہاد میں جو مارا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ شہیدوں کے لیے اللہ کے یہاں جو بڑا ثواب ہے وہ اس دنیا سے بہت اچھا ہے اور جو زندہ بچے گا وہ اللہ کی راہ میں مدد دینے والا "غازی" کہلائے گا۔ اللہ اُسے وہ ثواب دے گا جو اللہ کے سپاہیوں (مجاہدین) کو ملے گا۔ یہ میری رائے ہے۔ اب آپ لوگ اپنی رائے دیجئے"۔

یہ تقریر سُنکر تمام صحابہؓ نے مدد کا وعدہ کیا اور ایسی ہی تقریریں کیں سب نے کہا "آپ نے جو کچھ سوچا ہے، وہ کیجئے، ہم سب آپ کا کہنا مانیں گے ہم جانتے ہیں کہ آپ جو کچھ سوچتے ہیں، ٹھیک سوچتے ہیں۔ ہم آپ کے خلاف کام نہ کریں گے۔ آپ کی رائے بہت پکی ہوتی ہے، اس میں شک بھی نہیں کرنا چاہیئے۔

تمام صحابہؓ نے مدد کا وعدہ کیا تو دونوں سرحدوں کی طرف بھیجنے کے لیئے فوجیں تیار کیں۔ ان کے لئے افسر مقرر کیے۔ ان افسروں کو بہت اچھی نصیحتیں کیں۔ اس کے بعد اللہ کے بھروسے پر شام اور ایران کی طرف بھیج دیا۔ اسلامی فوجوں نے عیسائیوں اور ایرانیوں کی سلطنت کے اندر قدم رکھا وہاں کے حاکموں کے پاس اپنے آدمی بھیجے اور انھیں اسلام کی طرف بلایا۔ وہ نہ مانے تو باقاعدہ لڑائیاں ہونے لگیں۔

وفات

یہ لڑائیاں ہو ہی رہی تھیں کہ ایک دن اتوار کو جب کہ جمادی الاُخریٰ ۱۳ھ کی ۷ تاریخ تھی۔ سردی کا زمانہ تھا۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے غسل کیا ہونے والی بات۔ ٹھنڈ لگ گئی۔ پھر بخار آگیا۔

بخار کی حالت میں بھی برابر اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کے بارے میں سوچتے رہے۔ تمام صحابہؓ آپ کی بیماری سے گھبرا گئے۔ آپ کو کام سے منع کیا اور پوچھا کہ "آپ نے کسی حکیم کو دکھایا؟"۔ فرمایا "ہاں میرا حکیم مجھے دیکھ رہا ہے"۔ پھر پوچھا گیا "تو حکیم نے کیا بتایا؟" فرمایا "حکیم کہتا ہے کہ جو میں چاہتا ہوں کرتا ہوں"۔

یہ جواب سُنکر لوگ سمجھ گئے کہ اس حکیم سے مطلب اللہ تعالیٰ ہے اور حضرت ابوبکر رضؓ اللہ کی مرضی پر صابر اور شاکر ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ آپ کے پڑوسی تھے۔ سب سے زیادہ تیمارداری اُنہی نے کی۔ جب خلیفۂ اول کو موت کا یقین ہو گیا تو سوچنے لگے کہ اب خلیفہ کِسے بنائیں۔ اُن کے بیٹے موجود تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ بہت بہادر صحابی تھے۔ لیکن

ابوبکر رضؓ نے اپنے گھر والوں کے بارے میں نہیں سوچا۔ اسلامی حکومت کسی کے گھر کی جائداد نہیں ہوتی اور نہ بادشاہت کا طریقہ اس میں چلتا ہے کہ باپ کے بعد بیٹے جائداد پائیں یا بادشاہ ہوں۔ اسلامی حکومت کا کام تو ایسے مسلمان کے سپرد کیا جاتا ہے جو علم میں سب سے زیادہ ہو۔ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو اور سب سے زیادہ سوجھ بوجھ کا مالک ہو۔ انہی باتوں کو سامنے رکھ کر صحابہ پر نظر ڈالی۔ وہ تمام صحابہؓ میں حضرت عمر رضؓ کو بہت زیادہ قابل اور بہتر آدمی سمجھتے تھے۔ اس لیے ان کے بارے میں پیارے ساتھیوں سے پوچھ گچھ شروع کر دی۔ ایک بڑے صحابی عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ تھے ان سے عمر رضؓ کے بارے میں پوچھا۔ انھوں نے کہا کہ ہر بات میں وہ ہم سب سے اچھے ہیں، ہاں ذرا تیز مزاج کے ہیں۔ حضرت عثمان رضؓ سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ عمر رضؓ کے برابر ہم میں کوئی نہیں اور جیسے وہ نظر آتے ہیں دراصل اس سے اچھے ہیں۔ ایسی ہی رائیں اور بہت سے صحابہ نے دیں۔ حضرت عمر رضؓ کی تیز مزاجی کے بارے میں کئی صاحب نے کہا۔ جب یہ تمام رائیں معلوم ہو گئیں تو فرمایا کہ مجھے اُٹھا کر بٹھا دو۔ لوگوں نے آپ کو بٹھا دیا۔ آپ نے فرمایا۔ "عمر رضؓ کی تیزی اس لئے ہے کہ میں نرم ہوں۔ جب اسلامی حکومت کا بوجھ سر پر پڑے گا اور وہ

ذمہ دار ہوں گے تو نرم پڑ جائیں گے۔ اور دیکھو، تم مجھے عمرؓ کی تیز مزاجی کے بارے میں ڈراتے ہو تو سنو، جب میں اپنے رب سے ملوں گا اور وہ مجھ سے پوچھے گا تو جواب عرض کروں گا کہ اے میرے رب! میں نے تیرے بندوں میں سے سب سے اچھے انسان کو خلیفہ بنایا تھا۔"

وصیّت

اس کے بعد حضرت عثمان رضؓ سے حضرت عمر رضؓ کے خلیفہ بنانے کی وصیت لکھوائی۔ پھر مدینے کے سارے لوگوں کو بُلوایا۔ انھیں وہ وصیّت سُنائی۔ اس کے بعد کہا کہ دیکھو، میں نے عمر رضؓ کو خلیفہ بنایا ہے وہ نہ میرے گھرانے کے آدمی ہیں اور نہ رشتہ دار ہیں (بلکہ تم میں سب سے اچھا سمجھ کر عمرؓ کو خلیفہ بنایا ہے) کیا تم انھیں خلیفہ مانو گے؟۔ مدینے کے سارے مسلمانوں نے کہا کہ آپ کے بعد ہم عمر رضؓ کو خلیفہ مانتے ہیں۔

یہ ہو چکا تو حضرت عمر رضؓ کو اپنے پاس بُلایا۔ بٹھایا اور دیر تک اسلامی حکومت کے بارے میں اونچ نیچ سمجھاتے رہے، اللہ سے ڈرتے رہنے اور پیارے رسول کی پوری پوری پیروی کرنے کی نصیحت کرتے رہے۔ پھر آخرت کے حساب اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور مومن کو اللہ جو نعمتیں عطا فرمائے گا، اس کے بارے میں بھی کہا۔ آخر

میں فرمایا کہ ہر وقت موت کو یاد رکھنا۔

حضرت عمر رض کو نصیحت کر چکے تو پیاری بیٹی ام المومنین حضرت عائشہ رض سے کہا کہ اپنے بھائیوں اور بہنوں کا حق ادا کرتی رہنا۔ ۲۵درہم (قریب قریب چھ روپے) مجھ پر قرض ہیں، وہ ادا کر دینا۔ اور یہ جو غلام ہے، یہ سرکاری کام سے میرے پاس تھا۔ اِسے عمر رض کے پاس بھیجدینا۔ یہ اونٹنی بھی سرکاری ہے اور میرے جسم پر جو چادر ہے، وہ بھی بیت المال سے لی تھی یہ چیزیں بیت المال کو واپس کر دینا۔

آخر میں غلام سے پوچھا کہ میں نے خلیفہ ہونے کے بعد سے اب تک بیت المال سے کتنی رقم لی ہے۔ غلام نے حساب لگا کر بتایا۔ حکم دیا کہ یہ رقم میرا گھر بیچکر بیت المال میں واپس کر دی جائے، جس وقت سرکاری غلام، سرکاری اونٹنی، چادر (جو سوا سو روپے کی تھی) اور خلیفہ ہونے کے زمانے کی کُل تنخواہ حضرت عمر رض کے پاس پہنچی تو وہ دیکھ کر رونے لگے پھر بولے "ابو بکر رض نے بڑے امتحان میں ڈال دیا۔ کون ان کی طرح کر سکے گا۔"

خلیفۂ اوّل کا کفن

دوشنبہ (پیر) کا دن آیا تو حضرت عائشہ رض سے پوچھا، وہ آج

کون سا دن ہے"۔ بتایا کہ دوشنبہ ہے۔ پھر پوچھا کہ "پیارے رسولؐ کی وفات کس دن ہوئی تھی؟" ۔ بتایا کہ دوشنبہ کے دن۔ یہ سُن کر کہنے لگے امید ہے کہ آج ہی اللہ مجھے اپنے پاس بُلالے گا۔ اب یہ بتاؤ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفنایا گیا تھا؟ حضرت عائشہ رضؓ نے بتایا کہ تین کپڑوں میں۔

اس وقت خلیفۂ اول کے جسم پر دو پُرانے اور پھٹے کپڑے تھے۔ کہنے لگے کہ دو کپڑے تو یہ ہیں تیسرا بازار سے منگوا لینا۔ حضرت عائشہ رضؓ رو کر بولیں۔ "ابا جان! ہم تینوں نئے کپڑے منگوا سکتے ہیں"۔ فرمایا کہ نئے کپڑوں کے زیادہ حقدار مُردے نہیں بلکہ زندہ لوگ ہیں۔ قبر کے کیڑے مکوڑوں اور لہو پیپ کے لیے یہی پُرانے کپڑے ٹھیک ہیں

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اپنی موت کے بارے میں جو اندازہ لگایا، وہ ٹھیک نکلا۔ اسی دن مغرب اور عشاء کے درمیان انتقال فرمایا اس وقت آپ کی عمر ۶۳ سال[1] کی تھی۔ وفات کی خبر مدینے والوں کو معلوم ہوئی تو جس نے سُنا وہ رونے لگا۔ کہتے ہیں کہ لوگوں کو اس طرح کا دُکھ اور

---

[1] یہ عجیب بات ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر بھی وفات کے وقت ۶۳ سال کی تھی۔ آپ نے بھی دوشنبہ کے دن انتقال فرمایا۔

رنج ہوا جس طرح پیارے رسولؐ کی وفات کے وقت ہوا تھا مدینے والوں نے اپنے پیارے خلیفہ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے پاس لے جا کر دفن کیا حضرت ابو بکر صدیقؓ بچپن سے پیارے رسولؐ کے ساتھ رہے۔ مرنے کے بعد حضورؐ ہی کے پاس جگہ ملی۔

خراجِ عقیدت

حضرت عائشہؓ نے بڑے صبر سے کام لیا۔ باپ کی وفات کے بعد فرمایا کہ ابا جان نے دنیا سے منہ موڑا تو اُسے ذلیل کر کے چھوڑا۔ آخرت کی طرف منہ کیا تو اُسے عزت دی۔ پیارے رسولؐ کے بعد یہ ہم پر بہت بڑا دکھ آپڑا ہے۔ لیکن قرآن کریم ہمیں صبر کی تعلیم دیتا ہے۔ صبر کا ثواب بہت بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے صبر دے۔

حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ کے خلیفہ نے مرنے کے بعد اُمت کو بڑی مشقت میں ڈال دیا۔ اُن کے برابر ہونا تو دور رہا اب تو کوئی ایسا نہیں جو ان کی گرد کو پاسکے۔"

حضرت علی رضؓ نے تو خلیفہ اول کی خوبیاں گنتے ہوئے بہت بڑی تقریر کر ڈالی۔ تقریر بھی ایسی جیسے حضرت ابو بکر رضؓ سامنے ہوں اور ان سے

کہہ رہے ہوں۔ فرمایا کہ "اے ابوبکر رضؓ آپ پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت نازل فرمائے۔ آپ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پیارے تھے۔ آپ سب سے زیادہ بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔ پیارے رسولؐ آپ سے سکھ ملا۔ پیارے رسولؐ کو آپ پر پورا پورا بھروسہ تھا۔ پیارے رسولؐ آپ کو سارے بھید بتا آپکو بتادیا کرتے اور آپ سے مشورہ کرتے تھے۔ آپ آپ پیارے رسولؐ کو بڑی اچھی رائے دیتے تھے۔ آپ اسلام میں ہم سب سے آگے رہے۔ آپ کے ایمان میں ذرا بھی کھوٹ نہیں۔ آپ کو اللہ اور پیارے رسولؐ پر پورا پورا الیقین رہا۔ آپ سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ اللہ کے دین کے لیے آپ نے بڑے بڑے دُکھ جھیلے، سب سے زیادہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے اور سب سے اچھے ساتھی بھی۔ آپ ہمارے بڑے ہمدرد ساتھی اور آپ ہمارے لیے برکت والے تھے ہم سب سے آپ کا درجہ بہت بلند تھا اور بڑائی میں بھی سب سے زیادہ تھے۔ آپ کے طور طریقے پیارے رسولؐ کے طور طریقوں سے پورے پورے ملتے تھے۔ پیارے نبیؐ بھی آپ کو سب سے زیادہ بڑا اور بزرگ مانتے تھے اور حضورؐ کے نزدیک بھی آپ کا مرتبہ بہت بڑا تھا۔

اے ہمارے بزرگ ساتھی! اللہ تعالےٰ آپ کو آپ کی نیکیوں کا اچھا بدلہ دے۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کان اور آنکھ کا درجہ

رکھتے تھے یعنی آپ جو کچھ دیکھتے اور سُنتے اور پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
کہتے تو حضورؐ جھٹ مان لیتے۔ آپ نے حضورؐ کے نبی ہونے کی تصدیق
اس وقت کی جب دوسرے لوگ جُھٹلا رہے تھے اُسی وقت اللہ تعالےٰ
نے آپ کو " صدیق " فرمایا۔ آپ نے حضورؐ کے ساتھ اُس وقت ہمدردی
کی جب لوگ حضورؐ کو چھوڑ بیٹھے تھے ۔ آپ نے بڑی ہی مصیبت میں حضورؐ
کے ساتھی ہونے کا حق ادا کر دیا۔ آپ ہجرت کے وقت حضورؐ کے یارِ غار
تھے ۔ اور ان دو میں سے ایک تھے جن کے ساتھ اللہ تھا ۔ آپ پیارے
رسولؐ کے سچے خلیفہ تھے ۔ اور آپ نے خلیفہ ہونے کا حق ادا کر دیا۔ آپ
اسوقت بھی دین پر جمے رہے جب پیارے رسولؐ کے بعد عرب کے زیادہ تر لوگ دین سے
پھر گئے تھے پھر آپ نے اس وقت ایسی مستعدی دکھائی جب ہم
سب سُست پڑ رہے تھے، آپ اکیلے ان لوگوں سے لڑنے کے لیے
نکل کھڑے ہوئے جو کھیڑیے ہو رہے تھے۔ آپ نے اس وقت بڑی
مضبوطی دکھائی جب دوسرے لوگ کمزور ہو رہے تھے۔ آپ کو ہم سب
نے اپنا خلیفہ مان لیا۔ حالانکہ منافقوں اور حسد کرنے والوں اور کافروں
کو بہت بُرا لگا۔ آپ اُس وقت حق پر ڈٹے رہے جب دوسرے لوگ
ڈر رہے تھے۔ آخر کار ہم نے آپ کی تابعداری کی اور آپ ہی کی رائے

اثر بہت زیادہ ہوتا تھا۔ آپ کی ہر بات جچی تُلی اور رائے پکی ہوتی تھی۔ ہم سب سے اچھا بولتے اور تقریر کرتے اور ہم سب سے زیادہ بہادر تھے اُلجھی ہوئی باتوں کو خوب اچھی طرح سمجھ لیتے اور پھر سلجھا دیتے۔

اے ہمارے بزرگ ساتھی! خدا کی قسم آپ دین کے سردار تھے جب دوسرے لوگ دین میں پیچھے تھے تو آپ آگے آگے رہے۔ پھر جب لوگ دین کی طرف بڑھے تو آپ نے ان کو آگے بڑھا دیا۔ آپ ہم سب مسلمانوں کے لیے باپ کی طرح مہربان رہے۔ مسلمان اپنی کمزوری کی وجہ سے جو کام نہ کر سکے۔ آپ نے وہ کام کر دیا۔ پھر مسلمانوں نے اگر کوئی نیکی چھوڑ دی تو آپ نے اس نیکی کی طرف ان کی دلچسپی بڑھائی۔ جب وہ ہمت ہار گئے تو آپ نے ان کی ہمت بندھائی۔ مسلمان جب گھبرا گئے تو آپ نے ان کی مدد کی۔ مسلمانوں نے جب مدد کے لیے پکارا تو آپ دوڑ پڑے پھر ہم نے یہ پھل پایا کہ ہم نے آپ کی ہر رائے کو مان لیا اور ہمیں کامیابی ہوئی آپ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے وہ کچھ دیا کہ ہم سوچ بھی نہ سکتے تھے۔ آپ کافر دشمنوں کے لیے آگ اور انگارہ تھے اور مسلمانوں کے لیے مہربان۔ آپ اس چراغ کی طرح تھے جس کی لَو کو آندھیاں بجھا نہ سکیں۔ پیارے رسولؐ نے آپ کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ آپ کا جسم تو کمزور رہے لیکن آپ خدا کے معاملے میں بہت زیادہ طاقت ور ہیں، آپ بھائیوں

کی خاطر کرنے والے، لوگوں کی نظروں میں بڑے۔ دوسروں کا حق دلانے والے، سب کے لیے یکساں برتاؤ کرنے والے، بڑے سچے، بڑے نرم دل اور نیک تھے۔ آپ کی بدولت اللہ نے اسلام اور مسلمانوں کو مضبوطی دی۔ اللہ کا دین غالب ہوا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی جُدائی سے ہمارا دل ٹکڑے ٹکڑے ہے لیکن ہم آپ پر رونے کے بدلے فخر کرتے ہیں۔ ہم سب اللہ کیلئے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لَوٹ جانے والے ہیں۔ ہم اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ خدا کی قسم! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم پر ایسی کوئی مصیبت نہیں پڑی جیسی مصیبت آج آپ کی موت سے پڑی۔ آپ تو ہمارے لیے تو ایک قلعہ تھے جس میں ہم چین سے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملائے۔ ہم کو ہمارے صبر کا ثواب عطا فرمائے اور ہمیشہ اسلام پر قائم رکھے۔

حضرت علی رضؓ کی یہ تقریر بہت لمبی ہے۔ ہم نے اسے کم کر دیا ہے۔
حضرت علی رضؓ کی تقریر ختم ہوئی تو لوگوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ سب نے کہا۔ "اے علی! اے پیارے رسولؐ کے داماد آپ نے سچ کہا۔"

کچھ اور خاص باتیں

گذر بسر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے تو ساتھ ہی اپنا روزگار (کپڑا بیچنے کی تجارت) بھی کرتے تھے۔ ایک دن کپڑوں کی گٹھری لادے بازار جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت عمر رضہ ملے۔ انھوں نے کہا "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"۔ فرمایا "بازار جا رہا ہوں" حضرت عمر رضہ نے پھر کہا "اگر آپ خلیفہ ہونے کے ساتھ یہ بھی کریں گے تو اسلامی حکومت کا کام کیسے چلے گا؟"۔ بولے "کیا کروں۔ بال بچوں کو پالنا بھی فرض ہے"۔

یہ سُنکر حضرت عمر رضہ نے کہا "اچھا میرے ساتھ ابو عبیدہ رضہ (اسلامی خزانے کے خزانچی) کے پاس چلیے۔ حضرت ابوبکر رضہ ان کے ساتھ ہو لیے۔ حضرت ابوعبیدہ رضہ کے پاس پہنچے۔ حضرت عمر رضہ نے کہا "اے اُمت کے امین! (یہ حضرت ابوعبیدہ کا لقب تھا اور پیارے رسول ؐ نے یہ لقب دیا تھا) یہ دیکھو مسلمانوں کے خلیفہ ہیں اور بازار

جا رہے تھے ۔"

حضرت عمر رضؓ نے اتنا ہی کہا لیکن ابو عبیدہ رضؓ نے مطلب سمجھ لیا بولے " میں خود یہی چاہتا ہوں کہ خلیفہ کے لیے بیت المال سے کچھ مقرر کر دوں مگر سوچ یہ رہا تھا کہ کوئی آکر مجھ سے کہے ۔"

اس کے بعد ابو عبیدہ رضؓ نے خلیفہ کے لیے اتنا روزینہ مقرر کر دیا جس میں ایک عام آدمی گذر کر سکے اور ایک غلام مدد کے لیے دے دیا ۔

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اب تجارت چھوڑ دی اور روزینہ پر بسر کرنے لگے ۔ یہ رقم اتنی کم تھی کہ مشکل سے بسر ہوتی ۔ حضرت ابو بکر رضؓ کو کھانے کی ایک چیز بہت پسند تھی ۔ بیوی نے پیسہ پیسہ بچا کر ایک دن وہ چیز پکا کر کھلائی ۔ آپ نے پوچھا " یہ کہاں سے آئی ۔ میری تنخواہ تو اتنی نہیں کہ اس میں یہ کھا سکوں " بی بی صاحبہ نے حال بتایا تو وہ ساری چیز بیت المال میں بھجوا دی اور ابو عبیدہ رضؓ کو لکھ بھیجا کہ میرے روزینہ میں اتنی رقم کم کر دیں کیونکہ میری بسر اتنی رقم کم کرنے پر بھی ہو سکتی ہے ۔ پھر جب وفات کا وقت ہوا تو جتنی تنخواہ لی تھی ۔ وہ بھی واپس کر دی ۔ اللہ اکبر !

رسولؐ کا نائب

حضرت ابو بکر رضؓ اس درجہ بڑائی والے آدمی تھے کہ سارے مسلمان تو مسلمان خود نبی صلی اللہ

علیہ وسلم آپ کی عزت کرتے تھے۔ آپ جس طرف نکل جاتے لوگ ادب سے پیش آتے۔ آپ فرماتے۔ "لوگوں نے مجھے بہت زیادہ بڑھا دیا ہے"۔ پھر جب لوگ آپ کی تعریف کرتے تو فرماتے "میرا حال میرا اللہ بہتر جانتا ہے"۔ پھر خدا سے دعا کرتے۔ اے میرے رب! میرے گناہوں کو معاف کر دے اور یہ لوگ جو بڑھ چڑھ کر میری تعریف کرتے ہیں اس میں میری پکڑ نہ کرنا۔

ایک بار ایک آدمی نے آپ کو اللہ کا خلیفہ کہدیا تو آپ نے اس سے کہا "سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ کے سچے نائب تو اللہ کے نبی تھے۔ میں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں اور میرے لیے یہی بہت ہے"۔

نائب رسول ہوتے ہوئے بھی ذرا بھی غرور نہ تھا۔ جب فوج روانہ کرتے تو جسے فوج کا سپہ سالار بناتے اُسے سوار کر کے پیدل اس کے ساتھ چلتے۔ وہ بے چارا گھبرا کر کہتا "آپ سوار ہوں ورنہ میں بھی اُتر پڑوں گا"۔ یہ سنکر کہتے کہ میں ثواب کے لیے ایسا کر رہا ہوں۔

مدینہ میں ایک بوڑھیا تھی۔ بیمار اور اندھی بوڑھیا۔ حضرت عمرؓ صبح جا کر اس کا کام کر دیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں بعد انھیں کچھ ایسا معلوم ہوا کہ کوئی اُن سے پہلے آکر بوڑھیا کا سارا کام کر جاتا ہے۔ حضرت عمر تاک میں رہے۔ آخر ایک دن دیکھ لیا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ تھے جو

منھ اندھیرے ہی بوڑھیا کا کام کر جاتے تھے۔

مدینے میں ایک یتیم لڑکی تھی۔ خلیفہ ہونے سے پہلے حضرت ابوبکرؓ اس کی بکریوں کا دودھ دوہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو وہ لڑکی کہنے لگی اب میری بکریوں کا دودھ کون دوہا کرے گا؟ بولے "میں"۔

زبان کی حفاظت

حضرت ابو بکر رضؓ اپنی زبان کی بڑی حفاظت کرتے تھے یعنی بہت سوچ سمجھ کر اور جانچ پڑتال کر بات کہتے تھے پھر بھی کبھی نہ کبھی کوئی ایسی بات زبان سے نکل جاتی کہ بے چارے بہت پچھتاتے تھے۔ توبہ کرتے۔ اور معافی مانگتے Iqbal

ایک بار ایسا ہوا کہ حضرت ربیعہ رضؓ سے کسی بات پر بات بڑھ گئی۔ حضرت ابو بکر رضؓ کی زبان سے کوئی ایسی بات نکل گئی جس سے خود پچھتائے اب ربیعہ رضؓ سے جھگڑے کے بدلے ان سے کہنے لگے۔ "تم بھی ایسی ہی بات مجھے کہہ لو تاکہ بدلہ ہو جائے۔ حضرت ربیعہ رضؓ بھی تو پیارے رسول صلعم کے پیارے ساتھیوں میں سے تھے وہ بدلہ لینے کے لیے تیار نہیں ہوئے حضرت ابو بکر رضؓ نے اُن سے کہا" اگر تم ویسی ہی بات نہ کہو گے تو میں پیارے رسول صلعم سے شکایت کروں گا"۔ حضرت ربیعہ رضؓ نے پھر بھی نہ کہا بلکہ یہ کہا کہ میں جس بات کے لیے جھگڑ رہا تھا، اس کو بھی

چھوڑتا ہوں۔ اب تو حضرت ابو بکر رض پر بڑا اثر ہوا۔ پیارے نبی ﷺ کی طرف چلے۔ پیچھے پیچھے حضرت ربیعہ رض بھی چلے۔ راستے میں ربیعہ رض کے گھرانے اور محلہ والے ملے۔ انھوں نے کہا "واہ یہ بھی خوب ہے، خود ہی کڑوی بات کہیں اور خود ہی شکایت کرنے جا رہے ہیں۔" حضرت ربیعہ رض نے اپنے لوگوں سے یہ سُنا تو اُن سے کہا "خبردار! ان کے خلاف کچھ نہ کہو، چپ رہو، جانتے ہو، یہ پیارے نبی ﷺ کے یارِ غار ہیں۔ اگر انھوں نے تم کو دیکھ لیا تو اُنھیں غصّہ آجائے گا۔ ان کا غصہ پیارے نبی ﷺ کا غصّہ ہے اور ان دونوں کے غصہ سے اللہ کا غصّہ بھڑکتا ہے۔ خبردار۔ بھاگ جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابو بکر رض کو ناراض کر کے میں تباہ ہو جاؤں۔"

حضرت ابو بکر رض پیارے نبی ﷺ کے پاس پہنچے، سارا حال کہا۔ پیچھے سے ربیعہ رض پہنچے۔ پیارے نبی ﷺ نے حضرت ربیعہ رض کی بڑی تعریف کی۔ فرمایا "ربیعہ! تم نے بہت اچھا کیا کہ پلٹ کر ابو بکر (رض) کو جواب نہیں دیا۔ اچھا اب تم یہ کہہ دو کہ "اے ابو بکر! اللہ تم کو معاف کرے"۔ حضرت ربیعہ رض نے یہی کہہ دیا۔ حضرت ربیعہ رض کی اس شرافت کے برتاؤ پر حضرت ابو بکر رو پڑے۔

اسی طرح ایک بار حضرت عمر رض کو کوئی بات کہہ دی۔ پھر پچھتائے

اور عمرؓ سے معافی مانگنے لگے۔ حضرت عمرؓ کا غصہ ابھی دُور نہیں ہوا تھا۔ انھوں نے معاف نہیں کیا اب تو حضرت ابو بکرؓ گھبرا کر پیارے رسولؐ کے پاس پہنچے۔ سارا حال کہا۔ حضورؐ نے کہا "گھبراؤ نہیں خدا تم کو معاف کر دے گا"۔

اِدھر حضرت عمرؓ کا غصہ دُور ہوا تو اب وہ پچھتانے لگے کہ معافی کیوں نہ دے دی۔ وہ حضرت ابو بکرؓ کے گھر کی طرف بھاگے ہوئے گئے۔ وہ گھر نہ ملے تو تلاش کرتے ہوئے حضورؐ کے پاس پہنچے۔ حضورؐ عمرؓ کو دیکھ کر غصے میں آ گئے۔ حضورؐ کو غصے میں دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ کو یہ ڈر ہوا کہ کہیں حضورؐ عمرؓ کو کچھ کہہ نہ دیں۔ جھٹ بول اُٹھے "یارسول اللہ! خدا کی قسم! غلطی میری تھی۔ میں نے عمر پر سختی کی تھی اور میں ہی ظالم تھا"۔ یہ جو ابو بکرؓ نے کہا تو حضورؐ کا غصہ دُور ہو گیا۔ پھر عمرؓ سے فرمایا "جب اللہ نے مجھے نبیؐ بنایا تو سب نے مجھے چھوڑ دیا لیکن ابو بکرؓ نے میری تصدیق کی۔ جان و مال سے میرا ساتھ دیا۔ کیا تم اُن کو مجھ سے چھڑا دو گے"۔

یہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایک دن حضرت ابو بکرؓ سے ملنے گئے۔ دیکھا تو ابو بکر اپنی زبان پکڑے ہوئے اُسے کھینچ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا۔ "خدا آپ کو معاف کرے۔ ایسا نہ کیجیے" جواب دیا

"اسی زبان نے تو تباہ کیا ہے"۔

اللہ کا ڈر

ذرا ذرا سی بھول پر حضرت ابوبکرؓ کو یہ جو پچھتاوا اور پریشانی ہوتی تھی وہ اس لیے تھی کہ وہ اللہ سے بہت ڈرتے تھے اور آخرت کے حساب سے بہت گھبرایا کرتے تھے۔ کسی درخت کو دیکھتے تو کہتے "کیا اچھا ہوتا کہ میں درخت ہوتا۔ اونٹ اس کے پاس سے گزرتا اور مجھے چبا ڈالتا۔ مجھ سے آخرت میں پوچھ گچھ تو نہ ہوتی۔

ایک بار ایک درخت کی شاخ پر ایک چڑیا بیٹھی دیکھی۔ اُسے دیکھ کر کہنے لگے "اے چڑیا! تو بڑی ہی تقدیر والی ہے۔ تیرے لیے آخرت میں کوئی حساب کتاب اور پوچھ گچھ نہیں۔ کاش کہ میں بھی تیری طرح ہوتا اور تیری طرح جو چاہتا کرتا اور جو پھل کھانا چاہتا کھاتا اور جہاں جی چاہتا بیٹھتا۔ (مگر انسان ہو کر تو بڑی دیکھ بھال رکھنی پڑتی ہے۔ انسان کے لیے تو بڑی پابندیاں ہیں) [1]

ایک بار غلام نے کھانے کی کوئی چیز لا کر دی۔ آپ نے کھایا کھا کر پسند فرمایا۔ غلام کو شاباشی دی۔ پھر پوچھا۔ کہاں سے لائے؟ اُس نے کہا جب میں مسلمان نہیں ہوا تھا۔ اس وقت دھوکہ دے کر ایک شخص کو

---

[1] کتنی آسان تھی بے راہ روی اے .... راہ پر آئے تو چلنا ہمیں دشوار ہوا

قرض دار بنالیا تھا۔ وہ آج رقم لے کر آیا تو میں یہ چیز پکا کر لایا" یہ سنتے ہی آپ نے منہ میں انگلی ڈال کر قے کر ڈالی۔ پھر فرمایا کہ حرام کھانے سے جو جسم پلتا ہے اُس کا ٹھکانہ جہنّم ہے۔

اسی طرح ایک بار ایسا ہوا کہ ایک گاؤں میں پہنچے۔ ایک بدّو کے گھر ٹھہرے۔ آپ کے ساتھ ایک اور بدّو تھا وہ بھی اسی گھر میں ٹھہرا۔ گھر والے کی بیوی کے بچّا ہونے والا تھا۔ ساتھ والے بدّو نے اُس عورت سے کہا کہ اگر تو بکری کا گوشت کھلائے تو بیٹا ہوگا۔ عورت نے اس شرط پر بکری کا گوشت کھلایا۔ کھانا کھا کر ابو بکرؓ کو یہ شرط والی بات معلوم ہوئی تو گھبرا کر جھٹ قے کر ڈالی۔

ساتھ والے بدّو نے دو غلطیاں کیں اول تو اس کے بس میں نہ تھا کہ اس کے کہنے سے کسی کے بیٹا ہو۔ بیٹا بیٹی دینے والا اللّٰہ ہے۔ اس طرح کی شرط کفر اور شرک ہے۔ دوسری بات یہ کہ شرط لگا کر اس طرح کا معاملہ کرنا جُوا بھی ہے اور جُوا حرام ہے۔

قرآن میں ہے کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنی اللّٰہ کے نزدیک سب سے زیادہ بزرگ وہ ہے جو سب سے زیادہ اللّٰہ سے ڈرنے والا ہو۔ حضرت ابو بکر سب سے زیادہ اللّٰہ سے ڈرنے والے تھے اسی لیے ان میں بہت سی خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں کچھ تو ایسی خوبیاں تھیں کہ کوئی بھی

آپ کی ٹکر کا نہ تھا۔

ایک دن کی بات ہے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے۔ آس پاس پیارے صحابہؓ بھی ادب سے بیٹھے تھے۔ حضورؐ نے صحابہ سے پوچھا۔ "آج تم میں کوئی روزے سے ہے؟"۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا "یا رسول اللہ! آج میرا روزہ ہے"! ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر بعد پوچھا "آج کسی نے کسی کے جنازے میں شرکت کی؟"۔ تمام صحابہ چپ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا۔ "میں نے شرکت کی" تھوڑی دیر بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا۔ "آج کسی نے محتاج کو کھانا کھلایا؟ اب بھی سارے صحابہ چپ تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا۔ "یا رسول اللہ میں نے کھلایا ہے"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر بعد پھر پوچھا۔ "آج کسی نے کسی بیمار کا پوچھنا کیا؟" ۔اس کا جواب بھی ابوبکرؓ ہی نے دیا۔ اب حضورؐ نے فرمایا۔ "جس نے ایک دن میں یہ نیک کام کیے وہ ضرور جنت میں جائے گا"۔

ویسے بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ ان دس صحابہ میں سے ایک ہیں جن کو ایک نشست میں حضورؐ نے جنتی فرمایا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے پیارے صحابہؓ میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے بہت زیادہ ڈرنے والے اور پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی زیادہ محبت کرنے والے تھے۔ بڑے سمجھ دار اور بہادر آدمی تھے۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صحابہ رضؓ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قابلیت اور سمجھ داری کو مانتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے بعد اپنی زندگی ہی میں خلیفہ چُن دیا۔ اور سارے صحابہؓ نے اس فیصلے کو مان لیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ کے بعد خلیفہ ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہٗ ہوئے۔ اور دوسرے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہٗ اور یہ وہ بڑا مرتبہ ہے

کہ اس سے بڑھ کر دوسرا کوئی مقام نہیں ہو سکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے باپ دادا کا گھر مکّے میں تھا۔ حضرت عمر رضؓ کے باپ دادا بہت بڑے گھرانے کے لوگ تھے۔ سب بڑی عزّت کی نظروں سے دیکھے جاتے اور بڑے سمجھ دار مانے جاتے تھے، ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے والد کا نام خطّاب تھا۔ اسی لیے آپ کو عمر بن خطّاب کہا جاتا ہے۔ خطّاب بڑے سخت آدمی تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بچپن کا زمانہ گزار رہے تھے، اُس وقت اُن کے باپ بڑے مشکل کام اُن سے لیتے تھے۔ اگر وہ تھک کر سستانے بیٹھ جاتے تو والد مارتے تھے۔ بچپن کی ان باتوں کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے جفاکش اور محنتی ہو گئے تھے۔ سُستی اُن کے پاس نہیں پھٹکتی تھی دس دس میل پر گھر کے اونٹ چرانے جاتے تھے اور پھر کُشتی بھی سیکھتے وہ بچپن ہی سے بڑی اچھّی کشتی لڑنے لگے تھے۔ بڑے ہوئے تو کُشتی میں بڑا نام پیدا کیا، بڑے جوشیلے آدمی تھے۔ ذرا کوئی طیش دلا دیتا کہ بس جوش میں آجاتے اور پھر کسی سے نہ ڈرتے۔ ایسے ہی پُرجوش نوجوانوں سے یارانہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جوان ہوئے یعنی بیس پچیس کے درمیان

تھے کہ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا اور فرمایا کہ اللہ کو اپنا معبود مانو، اُسی کی عبادت کرو اور مجھ کو اللہ کا آخری رسول تسلیم کرو تو اللہ تعالیٰ تمہاری دُنیا اور آخرت سب سنوار دے گا ورنہ یہاں بھی پریشان رہوگے اور آخرت میں دوزخ میں جگہ پاؤگے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح اسلام پھیلانے لگے تو جس طرح مکّے کے اور بڑے بڑے لوگ آپ کے دُشمن ہو گئے اُسی طرح عمر بن خطّابؓ بھی دشمن ہو گئے۔ عمر بن خطّاب اُس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ایسے بڑے دُشمنوں میں سے تھے جو بڑے کٹّر تھے۔ اسی کٹّر پن میں عمر بن خطّاب نے ایک مسلمان ہونے والی عورت کو قتل کر دیا تھا

جب عمر بن خطّاب ستائیس سال کے ہوئے تو ایک دن مکّے کے سرداروں نے ایک کمیٹی کی اور نوجوانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے پر اُبھارا تو عمر بن خطّاب جوش میں تلوار ٹیک کر کھڑے ہو گئے۔ "میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کروں گا"۔ اور یہ کہہ کر ننگی تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم اُس وقت اپنی پھوپھی کے گھر میں تھے اور آپؐ کے ساتھ ۳۹ مسلمان اور تھے۔ راستے میں عمر بن خطّاب کے بہنوئی کا گھر پڑتا تھا۔

بہن اور بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے تھے۔ کسی نے راستے میں کہہ دیا کہ چلے تو ہو، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے، گھر کی تو خبر لو۔ تمہارے بہنوئی اور بہن دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ یہ سُننا تھا کہ تن بدن میں آگ لگ گئی۔ دل میں کہا، چل کر پہلے ان دونوں کو ختم کر دیں۔ پھر آگے بڑھیں، یہ سوچ کر بہنوئی کے گھر پہنچے اور لگے دونوں کو پیٹنے۔ پیٹتے پیٹتے دونوں کو زخمی کر دیا۔ بہن کے خون نکل آیا تو بولیں "عمر! جو تم سے ہو سکے، کر ڈالو۔ لیکن اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا"

بہن سے یہ سُنا تو اُن کو بڑا تعجب ہوا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد انسان کیسا پکّے ارادے کا ہو جاتا ہے۔ انھوں نے ہاتھ روکا اور کہا کہ تمہارے نبیؐ پر جو قرآن اُترا ہے اُس میں سے کچھ سُناؤ۔ بہن اور بہنوئی نے قرآن سُنایا تو آنکھیں کُھل گئیں۔ دل میں کہنے لگے، یہ تو بڑی اچھی باتیں ہیں۔ بس وہیں مسلمان ہو گئے۔

یہ دیکھیے، خدا کی قدرت، قریش خاندان کے بڑے جوشیلے بہادر کو دیکھیے، یہ بہادر چلا تو تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے، راستے میں ایک کمزور عورت سے ٹکراؤ ہو گیا اور وہیں مسلمان ہو گئے۔ مسلمان ہو کر اب جو چلے تو جیسے جیسے قدم آگے بڑھتا جا رہا تھا ویسے ویسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق بڑھتا جا رہا تھا۔ شوق میں بڑھتے

جا رہے تھے۔ پیچھے پیچھے بہن اور بہنوئی تھے۔ وہاں مسلمانوں کو خبر ہو چکی تھی کہ عمر ننگی تلوار لیے آرہے ہیں اور دل میں بُرا ارادہ ہے وہ سب سوچ رہے تھے کہ دیکھیے آج کیا ہو۔

حضرت عمرؓ دروازے پر پہنچے، آواز دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔ حضرت عمرؓ کو پکڑ کر کہا "کس ارادے سے آئے ہو؟" جواب دیا "ایمان لانے کے لیے"۔ یہ سُننا تھا کہ حضورؐ خوش ہو گئے سارے صحابہؓ خوش ہو گئے۔ سب نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر پکارا۔ وہاں قریش کے سردار اس انتظار میں تھے کہ عمر اب حضورؐ کو قتل کر کے آرہے ہوں گے لیکن پھر خبر پہنچی کہ وہ بھی مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو اُسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ چلیے سب مسلمان مل کر کعبہ میں نماز پڑھیں۔ اُس وقت تک کوئی مسلمان کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب کو لے کر کعبہ میں پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز کو کھڑے ہوئے تو مکّے بھر میں شور مچ گیا۔ کافر دوڑ پڑے کہ کعبہ میں نماز نہیں پڑھنے دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اڑے ہوئے تھے کہ نماز پڑھ کر رہیں گے چاہے تلوار چل جائے۔ شہر بھر میں ایک ہلّڑ مچ گیا۔ اچانک ایک بڑا آدمی آیا۔ اُس نے پوچھا یہ شور و غل

کیسا ہے ؟ کسی نے بتایا کہ عمر مسلمان ہو گئے اور کعبہ میں نماز پڑھنے کے لیے ضد کر رہے ہیں ۔ ہم ان کو ہرگز ایسا نہیں کرنے دیں گے ۔

اس بڑے آدمی نے کہا " خیر جانے بھی دو ، مَیں نے عمر کو پناہ دی " ۔ اس وقت اگر کوئی بڑا آدمی کسی کے بارے میں یہ کہہ دیتا تھا تو اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ اب اگر اُسے کوئی ستائے گا تو اس بڑے آدمی سے لڑائی چھڑ جائے گی ۔ تو جب اس نے اس طرح کہا تو مکّے کے سردار چُپ ہو رہے ۔ سارے مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ نماز پڑھتے رہے اور کافر دل ہی دل میں غصّہ ہوتے رہے ۔ یہ پہلا کارنامہ تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ۔ جیسے ہی مسلمان ہوئے اسلام کا نام اُونچا کر دیا ۔ کیسے بہادر تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۔

اس کے بعد جب اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کو حکم دیا کہ مدینہ کو ہجرت کر جائیں تو آپ نے یہ حکم سارے صحابہؓ کو سُنایا اور فرمایا کہ ایک ایک دو دو کر کے جس طرح بنے مکّے سے ہجرت کر جاؤ ۔ بعد میں مَیں آجاؤں گا ۔ اس حکم کے مطابق مسلمان مدینے کی طرف جانے لگے یہ خبر کافروں کو ہوئی ۔ انھوں نے روک ٹوک شروع کی ۔ کسی کو روکا کسی کا سامان چھین لیا ، کسی کے بچّے روک لیے ، کسی کی بیوی کو جانے نہ دیا لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلے تو انھوں نے پکار کر کہا " اے قریش

کے لوگو! میں تمہارے شہر سے جا رہا ہوں اور میرے ساتھ میرے بھائی بھتیجے، داماد اور دوست سب ہیں، اب تم مجھے روکو تو جانوں"۔ عمر رضی اللہ عنہ نے پکار پکار کر کہا، لیکن کسی کی ہمت نہیں ہوئی کہ انھیں روک سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ چلے گئے۔ اس کے کچھ دنوں بعد پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ میں پہنچے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں پہنچے تو ایک دن یہ مشورہ ہونے لگا کہ جب نماز کا وقت ہو تو کس طرح نمازیوں کو اکٹھا کیا جائے۔ کسی نے کہا کہ جس طرح دوسرے مذہب والوں کے یہاں سنکھ پھونکا جاتا ہے اور اس کی آواز پر لوگ جمع ہو جاتے ہیں، یہی طریقہ رائج کیا جائے ابھی کوئی رائے بنی نہیں تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے۔ پوچھا، کیا صلاح ہو رہی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "یا رسول اللہ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ نماز سے پہلے کوئی اس طرح پکار رہا ہے (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ ......)" ابھی وہ یہ کہہ ہی رہے تھے کہ دو صاحب اور آئے۔ انھوں نے کہا کہ یہی خواب ہم نے بھی دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو ان تینوں صحابیوں کی رائے کو پسند کیا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہی الفاظ پکارو۔ یہ الفاظ وہی ہیں جو اذان

میں کہے جاتے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دوسری بزرگی یہ حاصل ہوئی کہ انھوں نے اذان کے لیے جیسے کہا تھا اُسی طرح اذان کا حکم ہوا

مسلمانوں کے مدینہ آجانے کے بعد کافروں سے لڑائیاں شروع ہوگئیں۔ کافر لشکر لے کر مدینہ پر چڑھ آتے۔ گھمسان کا رَن پڑتا۔ آخر کافر ہار کر بھاگتے۔ اس طرح مکّے کے قریش سے بھی لڑائیاں لڑی جاتی رہیں اور دوسرے اُن لوگوں سے جو مدینہ کے آس پاس رہتے تھے۔ یہ یہودی تھے اور مکّے والوں سے ملے ہوئے تھے۔ ایسی ساری لڑائیوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور بہادری کے ساتھ کافروں کا مقابلہ کرتے رہے۔ پھر کافروں کا زور ٹوٹا۔ کافروں کا زور ٹوٹا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھ کر مکہ فتح کرلیا۔ مکّہ فتح ہوتے ہی سارے عرب میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی، سارے عرب میں اسلامی حکومت قائم ہوگئی۔ اس حکومت کو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چلا کر دکھایا۔ آپ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بڑے بڑے ملک فتح ہوئے۔ ایران فتح ہوا، شام فتح ہوا۔ بیت المقدس پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا۔ دُور دور تک اسلامی

حکومت پھیل گئی، پھر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسا اچھا انتظام کیا کہ آج تک آپ کے عدل وانصاف کی دھوم ہے۔ مسلمان تو مسلمان غیر مسلموں نے بھی اُن کی حکومت کی تعریف کی ہے۔ ہمارا ملک ہندوستان جب انگریزوں کی غلامی سے ۱۹۴۷ء میں آزاد ہوا تھا تو یہاں کے سب سے بڑے غیر مسلم گاندھی جی نے کانگریسیوں کو مشورہ دیا تھا کہ اب تم ابوبکر اور عمر رضہ کے طرز پر حکومت کروگے تو کامیاب ہوگے ورنہ ناکام ہوجاؤگے۔

حضرت عمر رضہ نے کس طرح اسلامی حکومت کا انتظام کیا یہ ہم آئندہ صفحات میں لکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ بات تو ہم بتا ہی چکے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ تھے خلیفہ کا مطلب آپ جانتے ہی ہیں کہ جو شخص اللہ کے حکموں کے مطابق اسلامی حکومت کو چلائے، وہ خلیفہ کہلاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلامی حکومت کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے بعد دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے خلافت کا کام اللہ کے حکموں کے مطابق اسی طرح کیا جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، سکھایا اور کرکے دکھایا تھا۔ یہی طریقہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تھا۔ پھر

جس طرح حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بیت المال (اسلامی خزانہ) سے "گزارا" ملتا تھا اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی ملتا تھا۔ "گزارا" کا مطلب یہ کہ اتنی رقم جس میں ایک عام آدمی اپنے بال بچوں کے ساتھ گزر بسر کر سکے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے گزارے کی جو رقم مقرر کرائی تھی، وہ اتنی تھی کہ اس میں بڑی مشکل سے گزر بسر ہوتی تھی۔ مہینے مہینے کچھ گھٹتا تو تھا بڑھنے کا نام نہ تھا۔ ایک بار حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی صاحبہ نے کچھ دن پیٹ کاٹ کاٹ کر پیسہ پیسہ بچایا اور پھر ایک دن ایک عمدہ چیز پکا کر خلیفہ اول کو کھلا دی تو پوچھا "یہ کھانا کہاں سے آیا؟" پھر جب معلوم ہوا کہ اتنے پیسے ہر مہینے بچائے جا سکتے ہیں تو اتنے پیسے گزارے کی رقم میں سے کم کرا دیئے۔

بس اتنی ہی رقم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ملتی تھی۔ ضرورت سے زیادہ اپنے اوپر خرچ کرنا پسند نہ کرتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بیت المال کو اپنا خزانہ نہیں سمجھتے تھے جیسے بادشاہ سمجھا کرتے ہیں بلکہ خلیفہ تو بیت المال کو مسلمانوں کی امانت سمجھتا ہے اور امانت میں خیانت حرام ہے یعنی اس میں سے جیسے جی چاہے ویسے خرچ کیا جائے، یہ ٹھیک نہیں بلکہ اپنے اوپر کم سے کم خرچ کیا جائے یہ اچھا ہے اور اللہ کے بندوں

پر زیادہ اور اللہ کا دین پھیلانے پر سب سے زیادہ خرچ کیا جانا چاہیے
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہی طریقہ تھا۔ اس بارے میں ایک واقعہ
سُنیئے۔ بڑا دلچسپ اور نصیحت والا واقعہ ہے۔

ایک بار ایک ملک فتح ہوا تو اس جیت میں بہت سا مال
بیت المال میں آیا۔ اس میں ایک قسم کا کچھ کپڑا بھی تھا۔ یہ کپڑا مسلمانوں
میں بانٹ دیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اُن کے حصّے کا ملا۔ جمعہ کے
دن لوگوں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُسی کپڑے کا کُرتہ پہنے
ہوئے ہیں۔ آپ وہی کُرتہ پہنے ہوئے جمعہ کا خطبہ فرمانے کے لیے ممبر کی
طرف بڑھے کہ ایک شخص نے ٹوکا

"ہرگز نہیں، آپ اس وقت تک ہمارے امام نہیں ہو سکتے
جب تک کہ آپ یہ اطمینان نہ دلا دیں کہ جو کپڑا آپ کو ملا۔ اُس میں
آپ کا یہ کرتہ کیسے ہو گیا؟"

یہ سُنکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بُرا نہیں مانا۔ ارے بھئی، بُرا
وہ کیوں مانتے۔ وہ بادشاہ یا من مانے نواب کب تھے۔ وہ تو مسلمانوں
کے خلیفہ تھے۔ مسلمانوں کو مطمئن کرنا ان کا فرض تھا۔ فرمایا کہ اس کا
جواب میرا بیٹا دے گا۔

آپ یہ بھی سمجھ لیجیے کہ اصل بات کیا تھی۔ بات یہ تھی کہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ کا قد لمبا تھا۔ جتنا جتنا کپڑا لوگوں کو ملا تھا۔ اس میں اُن کا کُرتہ نہ بن سکا تھا۔ تو جس شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ٹوکا اُسے یہ بے چینی ہوئی کہ پھر حضرت عُمرؓ کا کُرتہ کیسے ہو گیا۔ ان کو بیت المال سے اتنے پیسے تو ملتے نہیں کہ کپڑا کسی سے خرید لیا ہو۔ توبہ توبہ ایسا تو نہیں، کہ اپنے لیے زیادہ رکھ لیا ہو۔

بھئی یہ شک تھا، اس شخص کا اور آپ دیکھتے ہیں کہ ایسا وہ لوگ کرتے بھی ہیں جن کے ہاتھ میں کچھ اختیار دے دیا جاتا ہے۔ لیکن تم سمجھ سکتے ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اللہ سے بہت ہی ڈرنے والے تھے وہ ایسا کس طرح کر سکتے تھے۔ اب سُنیے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لایق بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ آئے تو انھوں نے بتایا :-

"صاحبو! والد صاحب کو میں نے اپنے حصّے کا کپڑا دے دیا تھا"۔
یہ سُنکر ٹوکنے والے شخص نے کہا "ہاں! اب تم امامت کر سکتے ہو"۔

ذرا سوچیے تو آج کل کوئی کسی چھوٹے سے چھوٹے حاکم کو اس طرح ٹوک سکتا ہے۔ بڑوں کو ٹوکنا تو دور کی بات ہے، اگر کوئی آج کل کی راشننگ میں یہ کہہ دے کہ فلاں حاکم نے اپنے لیے اتنی شکر منگوا لی تو اس کی بات ماننا اور سُننا تو الگ: رہا اُلٹے آنتیں گلے پڑ جائیں گی۔

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں: یہ

بات آپ جان چکے کہ وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرح اسلامی خزانے (بیت المال) سے اتنی تنخواہ پاتے تھے جس میں ان کی گزر بسر ہو سکے۔ ٹھاٹ کے ساتھ نہیں بلکہ ایک عام آدمی کی طرح۔ اب ہم یہ بتائیں گے کہ خلیفہ دوم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد کس طرح اسلامی حکومت کو سنبھالا۔ اس بات کو سمجھنے سے پہلے آپ یہ بھی سمجھ لیں کہ حکومت کرنے کے کون کون سے طریقے ہیں؟

(۱)

شخصی حکومت

شخصی حکومت کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کی حکومت یعنی کوئی ایک شخص اپنے کو ملک کا مالک سمجھے اور دوسروں سے اپنے بارے میں مالک کہلوائے۔ کسی بات کے بارے میں وہی شخص جو کچھ کہہ دے، وہی اس کا قانون سمجھا جائے۔ سلطنت میں اس کا قانون چلے۔ وہ جیسا چاہے دوسروں کے لیے قانون بنائے لیکن خود کسی قانون کا پابند نہ ہو۔ خزانے کا مالک بھی وہی بن بیٹھے۔ جو چاہے اور جیسے چاہے

خرچ کرے کوئی ٹوکنے والا نہ ہو۔ ایسے شخص کو بادشاہ یا راجہ کہتے ہیں۔ بادشاہوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ بادشاہ کے بعد اس کا بیٹا یا کوئی اُس کے گھر کا آدمی بادشاہ بنتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص بادشاہ کا بیٹا یا خاندانی اور رشتہ دار نہ ہو بلکہ رعایا میں سے ہو اور وہ کسی طرح زبردستی حکومت پر قبضہ کرلے اور اپنا حکم چلانے لگے تو ایسے شخص کو ڈکٹیٹر کہتے ہیں۔

بادشاہ اور ڈکٹیٹر اپنی فوج اور اپنے جتھے کے لوگوں کی بدولت من مانی کرتے ہیں۔ اگر کسی ملک کا بادشاہ ذرا اچھا ہوتا ہے تو رعایا کو آرام مل جاتا ہے برا ہوتا ہے تو رعایا کی مٹی پلید ہوتی ہے۔ مزا کرتے ہیں وہ لوگ جو بادشاہ یا ڈکٹیٹر کے پٹھو ہوتے ہیں۔ ان پٹھوؤں کو چاہے آپ وزیر کہہ لیجئے یا نواب۔

۲

جمہُوری حکومت

جمہوری حکومت کا مطلب یہ ہے کہ ملک میں جمہور کی حکومت ہو یعنی جنتا راج یا پرجا راج یعنی ملک کے رہنے والے مل جل کر خود ہی راج کریں۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ملک کے رہنے والے اپنے ہی

ملک کے ایسے لوگوں کو چُن لیتے ہیں جن کو وہ راج کاج میں ہوشیار سمجھتے ہیں۔ یہ چُنے ہوئے لوگ اپنا ایک صدر چُن لیتے ہیں۔ انہی میں سے الگ الگ کاموں کے ذمہ دار چُن لیے جاتے ہیں۔ ان کو وزیر کہتے ہیں اور ان سب پر ایک بڑا وزیر بھی چُن لیا جاتا ہے جسے وزیرِ اعظم کہتے ہیں جیسے آج کل ہمارے ملک میں وزیرِ اعظم پنڈت نہرو کی بیٹی اندرا گاندھی وزیرِ اعظم ہیں۔ آپ جانتے ہیں کہ اس طریقے کو الیکشن کہتے ہیں۔ الیکشن کے ذریعہ جو لوگ چُنے جاتے ہیں وہ ملک کے لیے قانون بناتے ہیں اور جس بات کو پسند کرنے والے زیادہ ہوتے ہیں اسی بات کو سب پر لاگو کر دیا جاتا ہے۔

(۲۳)

خلافت

اللہ کے حکموں کے مطابق جس طرح پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت کرنے کا طریقہ بتایا، سمجھایا اور کر کے دکھایا، اسی طرح حکومت کرنے کو خلافت کہتے ہیں اور ایسی حکومت کو اسلامی حکومت کہتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ کے بندے اپنے میں سے ایسے شخص کو چُن لیتے ہیں جو سب سے زیادہ دیندار، سمجھدار اور خدا سے ڈرنے والا

ہوتا ہے۔ اور سب سے زیادہ اللہ کے حکموں کو سمجھنے والا اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا ہوتا ہے۔ اس طرح چُننے جانے والے کو خلیفہ کہتے ہیں۔

خلیفہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔ وہ اپنا حکم نہیں چلا سکتا بلکہ اللہ کا حکم اس طرح چلانیوالا ہوتا ہے جیسے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا۔ اسلامی خزانے کا بھی وہ مالک نہیں ہوتا۔ خلافت اس کی جائداد اور جاگیر نہیں ہوتی کہ اس کے بعد اس کا بیٹا یا کوئی گھر والا خلیفہ بن بیٹھے، بلکہ جس کو سارے مسلمان چنیں یا پھر خلیفہ خود کسی کو اپنا جانشین بنا جائے مگر وہ جانشین اس کے گھر کا یا رشتہ دار نہ ہو اور اسے مسلمان خلیفہ مان بھی لیں۔

اب دیکھیے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ چُنا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سمجھدار اور دیندار لوگوں سے مشورہ کر کے اپنی زندگی میں اپنے بعد ہونے والا خلیفہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو چُن دیا۔ اس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت ملی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے سمجھدار اور نیک صحابی تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ شیطان صرف اللہ کے نبی کو نہیں بہکا سکتا اور سب کو

بہکا سکتا ہے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ معصوم صرف اللہ کے نبی ہوتے ہیں اور کوئی انسان معصوم نہیں ہو سکتا۔ یعنی نبی کے علاوہ دوسرے لوگوں سے گناہ بھی ہو سکتا ہے اور بھول چوک بھی۔ یہ سمجھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی مدد کے لیے بڑے دیندار اور سمجھ دار لوگوں کی ایک کمیٹی بنائی۔ اس کا نام رکھا مجلسِ شوریٰ یعنی خلیفہ کو رائے اور مشورہ دینے والی کمیٹی اس مجلسِ شوریٰ کے مشہور لوگ یہ تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

یہ سب کے سب وہ بزرگ تھے جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھیوں (صحابہ) میں بڑے سمجھ دار مانے جاتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بھی تھے جیسے حضرت ابو عبیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ لیکن یہ اور ان جیسے دوسرے بزرگ اسلامی فوج کو لے کر دشمنوں سے لڑنے زیادہ تر بھیجے جاتے تھے۔ اس لیے جب مدینے میں ہوتے تو ان کو مشورے کے لیے بُلا لیا جاتا تھا جب کوئی بہت اہم بات سامنے آجاتی تو مسلمانوں کا عام جلاس

ہوتا جس میں بہت سے لوگ شریک ہوتے۔ صلاح و مشورہ کا طریقہ یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، سب سے پہلے یہ پوچھتے " بھائیو! اس بات کے بارے میں قرآن میں کوئی حکم ہو تو بتاؤ، پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی بات ہو تو بتاؤ۔ لوگ پہلے قرآن اور سنّت میں وہ بات تلاش کرتے۔ اگر وہاں وہ بات نہ ملتی تو اپنی اپنی سمجھ کے مطابق سوچ کر رائے دیتے پھر سارے مسلمان یا زیادہ تر مسلمان جو فیصلہ دیتے وہی مان لیا جاتا اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسی بات پر جم جاتے مگر شرط یہ تھی کہ وہ بات قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔

اس بارے میں ایک مزے دار بات سُنیے۔ ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ، نے یہ جاننا چاہا کہ لوگ مجھے اللہ سے ڈرتے ہوئے مشورہ دیتے ہیں یا مجھ سے ڈرتے ہیں اور چاپلوسی کرتے ہیں۔ اچھا تو ایک دن بولے " سُنو، اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں یعنی غلط باتیں کہنے لگوں تو تم لوگ کیا کرو گے؟" یہ سُن کر ایک صاحب کھڑے ہوئے اور تلوار نکال کر کہا " اس تلوار سے آپ کو سیدھا کر لیا جائے گا"۔ یہ جواب سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں کی تعریف کی۔

خیر یہ تو بڑے لوگ تھے۔ ایک بار تقریر کر رہے تھے۔ تقریر کرتے کرتے ایک بات ایسی کہہ دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کی تھی

تو ایک بوڑھیا نے ڈانٹا "عمر! جس بات کو پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو پھر تو کون ہے کرنے والا"

بوڑھیا سے یہ جواب سُنا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تعریف کی اور کہا کہ جب تک تم میں ایسے لوگ رہیں گے، تم کو شیطان بہکا نہ سکے گا۔ ایک بار ایک شخص نے ڈانٹا "عمر! خدا سے ڈر!" اس کی اس بات پر لوگوں نے بُرا مانا کہ اگر خلیفہ ہی خدا سے نہ ڈریگا تو پھر کون ڈرے گا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "اسے کہنے دو، اگر لوگ مجھے نہ ٹوکیں گے تو بے کار رہیں اور اگر ہم نہ مانیں تو ہم بے کار"

اب زیادہ کون بتلائے۔ آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ اسلامی حکومت کا خلیفہ کیسا ہوتا ہے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کیسے اچھے خلیفہ تھے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔

خلیفۂ دُوم کے عامل

عامل کے معنی ہیں گورنر۔ گورنر اس شخص کو کہتے ہیں جو سرکار کی طرف سے کسی صوبے کا انتظام کرنے والا ہو۔ ایک صوبے میں بہت سے ضلعے ہوتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی اسلامی حکومت

کے دس دس، بارہ، پندرہ پندرہ، بیس بیس ضلعوں کے صوبے بنائے تھے وہ ان صوبوں کا عامل (گورنر) ایک اچھے آدمی کو بناتے تھے

یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے ساتھی یعنی صحابہ (رضی اللہ عنہم) سب اچھے لوگ تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، جب کسی صوبے میں کوئی گورنر مقرر کرنا چاہتے تو سب سے پہلے پیارے صحابہ رضؓ ہی میں ایسے لوگ ڈھونڈتے، لیکن صحابہ میں زیادہ تر ایسے بزرگ تھے جو ٹھاٹ باٹ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضؓ ان میں سے جب کسی کو گورنر بناتے تو وہ بزرگ معذرت کرتے، یعنی کہتے کہ " ہمیں گورنر نہ بنایئے، ہم سے گورنری نہ ہو سکے گی۔ ہم اللہ سے بہت ڈرتے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہم انصاف نہ کر سکیں — اس طرح کی باتیں کر کے وہ گورنری سے بچنا چاہتے۔ جی ہاں! اتنا بڑا عہدہ قبول نہ کرتے، لیکن حضرت عمر رضی اللہ انھیں سمجھاتے کہ اسلامی حکومت کا کام چلانے میں اگر آپ لوگ ہی ساتھ نہ دیں گے تو پھر دنیادار لوگ گورنر بنیں گے اور وہ لوگ اسلامی حکومت میں برے کاموں کا نمونہ پیش کریں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس بات کا جواب پیارے صحابہ رضؓ نہ دے پاتے، اور انھیں گورنری قبول کرنا پڑتی۔ وہ گورنر بن کر جاتے اور اپنے اپنے صوبوں میں حکومت تو کرتے لیکن ان کو دیکھ کر لوگ

یہ نہ سمجھ سکتے کہ یہ ہمارے گورنر صاحب ہیں۔ اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ صحابہؓ سادے لباس میں رہتے تھے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کو ایک سوداگر نے دیکھا تو مزدور سمجھا اور اُن سے کہا میرا یہ سامان گھر تک پہنچا دو۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے اس کا سامان گھر پہنچا دیا۔ راستے میں لوگوں نے پہچانا اور سلام کیا تو سوداگر گھبرایا، لیکن حضرت سلمانؓ نے اس کو اطمینان دلایا کہ ہمیں خدمت کرنے کے لیے ہی گورنر بنایا گیا ہے۔

ایک اور صحابی تھے۔ ان کا نام تھا سعید بن عامرؓ۔ اُنھیں صوبہ حمص کا گورنر بنایا گیا۔ انھوں نے پہلے انکار کیا لیکن جب حضرت عمر فاروقؓ نے وہ بات کہی جو ہم نے اوپر لکھی کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابہ اسلامی حکومت کا کام نہ کریں گے تو کیسے کام چلے گا تو منظور کرلیا۔ حمص کے گورنر بن کر گئے۔ بڑا اچھا انتظام کیا۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے دورہ کیا۔ حمص بھی گئے، وہاں جا کر ایک کلرک سے کہا کہ حمص کے محتاجوں کی فہرست بنا کر لاؤ۔ کلرک فہرست بنا لایا۔ فہرست میں پہلا نام تھا "سعید"۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا "یہ سعید کون؟" کلرک نے بتایا، یہ سعید بن عامر ہیں۔ ہمارے اور آپ کے عامل۔

حضرت عمرؓ کو بڑا تعجب ہوا۔ کہ ہمارا گورنر اور محتاج، جبکہ گورنر کو اچھی خاصی تنخواہ ملتی ہے۔ کلرک نے انھیں تعجب میں دیکھا تو عرض کیا کہ

"یاامیرالمومنین! وہ تنخواہ کو تو ہاتھ نہیں لگاتے"۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضؓ نے ایک ہزار دینار کی تھیلی ان کے گھر بھیجی تو وہ گھبرا گئے اور بیوی سے کہا کہ عمرؓ نے میرے گھر دنیا بھیجی ہے۔ پھر وہ دینار اسی وقت خیرات کر دیئے۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضؓ رو پڑے اور ان کے لیے اللہ سے دعا کی اور کہا کہ جب تک اسلامی حکومت میں ایسے لوگ ہیں گے اللہ خوش رہے گا۔

ایسے ہی اور بزرگ صحابی تھے۔ جب اُنھیں گورنر بنایا جاتا تو وہ انتظام تو بڑا اچھا کرتے۔ لیکن کھاتے اپنا تھے۔ ایک صحابی کو جب گورنر بنا کر بھیجا تو اس وقت وہ ایک لونڈی کو لے کر گئے اور اپنے خچر پر سوار تھے۔ پھر جب واپس آئے تو اس وقت بھی یہی لے کر لوٹے حضرت عمر رضؓ نے حال پوچھا تو کہا اس سے زیادہ مجھے کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ایسے ہی بزرگوں میں سے حضرت عمار بن یاسر رضؓ، ابو عبیدہ رضؓ معاذ رضؓ بھی تھے۔ ایک بار اعتراض کیا گیا کہ عمر رضؓ ایسے بزرگوں کو دنیاداری میں پھنساتے ہیں۔ حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا کہ یہ دنیاداری نہیں ہے۔ دنیاداری تو جب ہو کہ یہ لوگ خدا سے نہ ڈریں اور گورنری پا کر عیش کریں۔ پیارے صحابہؓ تو پیارے نبیؐ کی پیروی کرنے والے ہیں۔ یہ کہہ کر صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو جمع کیا۔ ان سے کہا کہ "اگر آپ

لوگ ہی اسلامی حکومت کا کام نہ کریں گے تو کام کیسے چلے گا ؟ حضرت
ابوہریرہ رضؓ نے جواب دیا ۔ "آپ گھبرائیں نہیں ، ہم آپ کی مدد کرینگے"
حضرت ابوہریرہ رضؓ نے یہ کہا تو سارے صحابہ چپ ہو گئے اور پھر حضرت
عمر رضؓ نے حضرت ابو عبیدہ رضؓ ، حضرت معاذ رضؓ ، حضرت عثمان بن حنیف رضؓ
حضرت عمار بن یاسر رضؓ ، حضرت زید رضؓ ، حضرت حکیم بن حزم کو گورنر بنایا ،
اور ان سب کو منظور کرنا پڑا لیکن ان بزرگوں نے تنخواہ لینے سے انکار
کر دیا اور کہا کہ ہم خالصۃً للہ یعنی صرف اللہ کے لیے یہ کام کریں گے ۔

حضرت عمر رضؓ ان بزرگوں کو گورنر بناتے اور دوسرے بڑے بڑے
عہدے دیتے تھے لیکن جانتے تھے کہ شیطان انسان کا سب سے بڑا
دشمن ہے اور بڑا ہی چالاک بھی ۔ اس لیے ان بزرگوں کے کام کی دیکھ
بھال بھی رکھتے تھے ۔ کسی سے ذرا سی غلطی ہوتی تو فوراً ٹوکتے ۔ حضرت
سعد بن وقاص رضؓ نے کسی ضرورت سے ایک محل بنوایا تھا ۔ یہ خبر حضرت
عمر رضؓ کو ہوئی تو فرمایا خدا کی قسم ! یہ محل گورنر اور رعایا کے درمیان رکاوٹ
ڈالے گا ۔ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضؓ کو تحقیقات کے لیے بھیجا ۔ حضرت
محمد بن مسلمہ انصاری گئے ۔ دیکھا تو سچ مچ محل بنا ہوا ہے اور دروازے
پر دربان (سنتری) کھڑا ہے ۔ یہ دیکھتے ہی حضرت بن مسلمہ انصاری نے
محل کو آگ لگا دی اور حضرت سعد بن وقاص رضؓ کو جواب دینے کے

لیے مدینہ آنا پڑا۔ جبکہ یہ بزرگ وہ صحابی تھے، جو پیارے نبی کے ماموں بہت بڑے سپہ سالار اور فاتح ایران تھے، یعنی ایران کا ملک انھوں نے ہی فتح کیا تھا۔

ایک بار حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کے درمیان تقریر کی فرمایا: "صاحبو! گورنر اسلیئے نہیں بھیجے جاتے کہ رعایا کے گالوں پر طمانچے ماریں۔ ان کا مال چھینیں بلکہ اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ وہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ لوگوں کو سکھائیں تو اگر کسی گورنر نے ایسا نہ کیا تو میں اُسے سزا دوں گا۔

جی ہاں! سزا دینے کو فرمایا اور ایک بار ایک گورنر سے ایسی چوک ہوئی تو اسے سزا بھی دی۔ آپ سُن لیجیے، نہیں تو آپ نہ جانے کیا سمجھیں کہ پیارے صحابی سے کیا بھول ہوئی، ہوا یہ کہ ایک مشہور گورنر نے کسی آدمی کے کوڑے مارے اس نے مدینے آکر شکایت کر دی۔ گورنر صاحب بُلائے گئے۔ مقدمہ ہوا تو معلوم ہوا کہ اس آدمی پر زیادتی ہوئی بس پھر کیا تھا، حکم دیا کہ یہ آدمی بھی گورنر صاحب کو کوڑے مارے۔

ارے توبہ! ایک ہلچل مچ گئی کہ ایک معمولی آدمی گورنر کے کوڑے مارے گا اور وہ گورنر بھی کون جو پیارے رسولؐ کا پیارا صحابی بلکہ جس کے بارے میں حضورؐ نے فرمایا تھا کہ وہ بڑا سمجھ دار اور قابل

شخص ہے۔ تو سچ مچ لوگ دیکھنے آئے۔ بہت سے لوگوں نے ان بزرگ صحابی کی سفارش کی لیکن حضرت عمرؓ مانے نہیں۔ اس آدمی نے یہ انصاف دیکھا تو رو پڑا اور کہا کہ یا امیرالمومنین میں معاف کرتا ہوں۔

معافی کا نام سُن کر حضرت عمرؓ بہت خوش ہوئے۔ پھر مسلمانوں نے اس آدمی کو بہت سا انعام دیا۔ اتنا کہ وہ پکار اُٹھا کہ "اطمینان اسلامی حکومت کے اندر ہے"۔

اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔ ایک گورنر حضرت عیاض بن غنمؓ کے بارے میں سنا کہ وہ باریک اور ملائم کپڑے پہنتے ہیں اور ان کے گھر کے دروازے پر دربان (سنتری) رہتا ہے تو حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بھیجا وہ مصر گئے اور وہاں حضرت عیاض کو اسی حال میں پکڑ کر لائے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو سمجھایا کہ پیارے بھائی! تم نبیؐ کے پیارے صحابی ہو اگر تم ذرا بھی عیش کی طرف جھکوگے تو ٹھیک نہیں اور پھر تمہارے باپ کا نام غنم اس لیے تھا کہ وہ بکریاں چَرانے والے تھے۔ اچھا جاؤ بکریاں چَراؤ۔ حضرت عیاض نے بکریاں چَرائیں اور اللہ سے توبہ کی تو پھر ان کو گورنری پر بھیجا۔

لیجئے۔ چلتے چلتے ایک لفظ کے معنی بھی معلوم ہو گئے یعنی غنم

کے معنی بکری۔

اوپر ہم نے بہت تھوڑے واقعات بیان کیے ہیں۔ بتانا یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رض دین دار اور خدا سے ڈرنے والوں ہی کو بڑے بڑے عہدے دیتے تھے اور پھر ان کی نگرانی بھی کرتے رہتے تھے، اسی طرح دوسرے بڑے عہدے دار یعنی قاضی (جج)، وزیر خزانہ (بیت المال کا ناظم) سپہ سالار، میر منشی وغیرہ بھی ایسے ہی لوگوں کو بناتے تھے جو دین دار تھے، چنانچہ مشہور قاضی شریح حضرت عمر رض ہی کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ مشہور سپہ سالار ابو عبیدہ بن جراح رض، سعد بن وقاص رض، عمرو بن العاص رض۔ نعمان بن مقرن رض، مثنیٰ شیبانی رض اور بیت المال کے ناظم حضرت ابو عبیدہ رض اور حضرت عبداللہ بن مسعود رض میر منشی بھی خوب پرکھ کر رکھے۔ حضرت عمر رض کی اس جانچ پرکھ کے سلسلہ میں ایک مثال سُنیے :۔

حضرت عمر رض کی خلافت سے بہُت پہلے کی بات ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حیات تھے (یعنی زندہ تھے) ایک بار حضورؐ کے پاس کہیں سے خط آیا۔ حضورؐ لکھے پڑھے نہیں تھے۔ آپؐ نے کہا کہ کون اس خط کا جواب لکھ سکتا ہے؟ ایک صحابی کی زبان سے نکلا "حضور! میں"۔ یہ صحابی تھے حضرت عبداللہ بن ارقم رض۔ وہ جواب

لکھ کر لائے تو حضورؐ نے بہت پسند کیا۔ بس یہ بات حضرت عمرؓ کو یاد رہ گئی۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو اسلامی حکومت کا میر منشی بنا دیا۔ آپ سمجھے کیوں؟ دو باتیں ان میں دیکھیں، ایک تو یہ کہ انھوں نے بڑا اچھا جواب لکھا اور پھر حضورؐ نے جواب کو پسند بھی کیا۔ بھلا حضرت عمرؓ ایسے شخص کو پسند کیوں نہ کرتے جسے حضورؐ نے پسند کیا ہو۔ اس طرح حضرت عمرؓ جس شخص میں جو قابلیت دیکھتے اس کی قدر کرتے۔ اور اس میں وہ عمر کا کبھی کم خیال کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی عمر ۱۲، ۱۳ برس کی تھی لیکن وہ بہت سمجھ دار تھے تو ان کو بڑے بڑے صحابہ کے درمیان بٹھاتے تھے اور جب وہ کوئی اچھی بات کہتے تو شاباشی دیتے اور ان کا دل بڑھاتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں عدالتوں کا انتظام بھی بہت اچھا تھا۔ عدالتوں سے بڑا اچھا انصاف کیا جاتا تھا۔ کسی پر ظلم نہیں ہوتا تھا۔ سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ عدالت سے بہت جلد فیصلہ ہوتا تھا اور کسی پر کوئی دباؤ نہ ڈالا جاتا تھا۔ عدالت کے قاضی بڑے دین دار اور خدا سے ڈرنے والے لوگ مقرر کیے جاتے تھے جو بالکل صحیح فیصلہ کرتے۔ نہ کسی بڑے آدمی کا باز یا نتے

اور نہ روپیہ پیسے کے لالچ سے غلط فیصلہ کرتے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ ایسے اچھے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر قاضی بناتے تھے اور ان کو بڑی بڑی تنخواہیں دیتے تھے۔ قاضیوں کے مقرر کرنے میں بالکل وہی طریقہ کام میں لاتے تھے جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا۔ اور جس پر حضرت ابوبکر رضؓ بھی عمل کرتے تھے۔ قاضی مقرر کرتے وقت اس کی جانچ کرتے جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اور وہ قرآن کو سمجھتا اور اس پر عمل بھی کرتا تھا اُسے قاضی بناتے تھے۔ اس کے بعد اس کی نگرانی بھی کرتے رہتے تھے۔ موقع موقع پر ہدایات بھی دیتے رہتے تھے۔

ایک بار ایک مشہور صحابی حضرت اُبی بن کعبؓ سے خود خلیفہ کو مقدمہ لڑنا پڑا۔ حضرت عمر رضؓ حضرت اُبی بن کعبؓ کے ساتھ مدینہ کے قاضی حضرت زید بن ثابت رضؓ کی کچہری میں گئے۔ حضرت زیدؓ نے خلیفہ کو دیکھا تو ادب کے خیال سے تعظیم کو اُٹھے۔ حضرت عمر رضؓ نے ٹوکا کہ اے زید! یہ تم نے انصاف کے خلاف کیا۔ اس کے بعد جب مقدمہ شروع ہوا تو حضرت عمر رضؓ سے قسم لی جانے لگی تو پھر حضرت زید رضؓ نے کہا کہ خلیفہ سے قسم نہ لی جائے تو پھر ٹوکا کہ یہ تم نے دوسری ناانصافی کی۔

اس ٹوکنے کا مطلب یہ تھا کہ عدالت میں ہر شخص برابر انصاف

کا حق دار ہے۔

قاضیوں کی عقل کی جانچ کے لیے بھی ہم ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عمرؓ قاضیوں کی جانچ کس طرح کرتے تھے اور جو شخص ان کی جانچ میں پورا اترتا تھا اس کا کتنا خیال رکھتے تھے

واقعہ یوں ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک شخص سے گھوڑا خریدا۔ پھر گھوڑے کو پرکھنے کے لیئے ایک شہسوار کو دیا، شہسوار گھوڑے پر سوار ہوا اور اُسے دوڑایا۔ دوڑانے میں گھوڑا چوٹ کھا کر داغی ہو گیا حضرت عمرؓ نے گھوڑا واپس کرنا چاہا تو بیچنے والے نے واپس لینے سے انکار کر دیا کہ اب گھوڑا داغی ہو گیا۔ اس پر بات بڑھی اور حضرت شریحؓ کے پاس دونوں فیصلہ کرانے گئے۔ حضرت شریح نے کہا کہ خریدنے سے پہلے یہ شرط ہو گئی ہو اور مالک کی اجازت سے گھوڑا دوڑایا گیا ہو تو گھوڑا واپس ہو سکتا ہے ورنہ نہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ مقدمہ ہار گئے۔ لیکن حضرت شریحؓ کے اس بے لاگ فیصلے سے اتنا خوش ہوئے کہ اُسی وقت اُن کو کوفہ کا قاضی بنا دیا

اوپر ہم نے صرف دو واقعے لکھے ہیں۔ ایسے بہت سے واقعے ہیں جو پڑھنے کے لایق ہیں، اب آپ خود ہی سمجھ لیجیئے کہ جس حکومت میں ایسے قاضی ہوں اس حکومت میں رعایا کو کیسا انصاف مل سکتا ہے۔ اسی لیے

مشہور ہے کہ حضرت عمر رضؓ کی خلافت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ یعنی کوئی زبردست کمزور کو دبا نہیں سکتا تھا۔ اس بارے میں حضرت عمر رضؓ نہ اپنی پرواکرتے، نہ اپنی اولاد کی اور نہ کسی بڑے سے بڑے شخص کی چاہے وہ گھر کا نواب ہی ہو۔ اس سلسلے میں بھی ایک واقعہ سُن لیجئے۔

جبلّہ غسّانی ایک عیسائی بادشاہ تھا۔ وہ مسلمان ہوکر مدینہ آیا۔ پھر وہ حضرت عمر رضؓ کے ساتھ حج کرنے گیا۔ جبلّہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا۔ ساتھ ہی اور بہت سے لوگ طواف کر رہے تھے جبلّہ کا جُبّہ لمبا تھا اور وہ زمین سے لگ رہا تھا۔ ایک غریب آدمی کا پیر اس پر پڑ گیا۔ جبلہ کو جھٹکا لگا۔ اُس نے غصّے میں اس غریب آدمی کے ایسا تھپّڑ مارا کہ اس کی آنکھ زخمی ہوگئی، اس نے مقدمہ دائر کردیا تو جبلّہ نے حضرت عمر رضؓ سے شکایت کی کہ ایک غریب آدمی ایک بادشاہ پر مقدمہ دائر کیسے کرسکتا ہے۔

حضرت عمر رضؓ نے جواب دیا کہ اسلامی عدالت میں سب پر مقدمہ قائم ہوسکتا ہے اب تمہارے لیئے خیریت اسی میں ہے کہ اُسے راضی کرلو ورنہ پورا پورا انصاف ہوگا۔

اسی طرح ایک بار حضرت عمر رضؓ کے ایک مشہور گورنر نے ایک غیر مسلم

کو کوڑا مار دیا۔ اس نے عدالت میں رپٹ لکھوائی تو گورنر صاحب کو اُسے راضی کرنا پڑا۔ اس طرح کے بہت سے مقدمے کتابوں میں لکھے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت عمر رضؓ کی خلافت میں رعایا کو بڑا اطمینان تھا حضرت عمر رضؓ کے زمانے میں بہت سے قاضی تھے۔ ان قاضیوں میں سب سے زیادہ مشہور قاضی (جج) یہ تھے۔

حضرت زید بن ثابت رضؓ، یہ بزرگ پیارے نبیؐ کے ایسے پیارے صحابی تھے کہ آپ پر جب قرآن نازل ہوتا تو آپؐ حضرت زید ہی سے لکھواتے تھے۔ وہ کئی زبانیں جانتے تھے اور بہت قابل اور دین دار بزرگ تھے، یہ مدینے کے قاضی تھے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضؓ، یہ وہ بزرگ صحابی تھے جنہوں نے پیارے نبیؐ کے زمانے میں بہت جلد پورا قرآن یاد کر لیا تھا حضرت عمر رضؓ ان کی بڑی عزّت کرتے تھے۔ یہ فلسطین کے قاضی تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ، بہت قابل اور بزرگ صحابہ میں سے تھے اور بہت پہلے حضورؐ پر ایمان لائے تھے اور اسلام کی راہ میں بڑی تکلیفیں سہی تھیں۔ یہ کوفہ کے قاضی تھے۔

قاضی شریح رحؒ صحابی تو نہ تھے مگر بہت ہی سمجھ دار اور دین دار آدمی تھے۔ یہ سمجھ داری میں مشہور تھے۔ حضرت عبداللہ بن

مسعود رضی اللہ عنہ کے بعد کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے بڑے صحابی ان کو عرب کا سب سے بڑا قاضی مانتے تھے۔ حضرت شریح رح تقریباً نصف صدی یعنی لگ بھگ پچاس برس قاضی رہے۔

اب زیادہ کس کس کا حال لکھا جائے۔ مختصر یہ کہ ان ہی بزرگوں کی طرح حضرت سلمان بن ربیعہ، جمیل بن معمر، ابو مریم، عبدالرحمٰن بن ربیعہ، عمران بن حصین بھی بڑے قاضیوں میں سے تھے۔ حضرت شریح اور حضرت سلمان کی تنخواہ پانچسو درھم ماہانہ یعنی لگ بھگ سوا سو روپیہ تھی جو اُس زمانے کے لیے بہت بڑی تنخواہ سمجھی جاتی تھی۔

حضرت عمر رض کے قاضیوں کے فیصلے کتابوں میں لکھے ہیں ان میں بڑی نصیحت بھی ہے اور وہ نہایت دلچسپ اور سمجھ بڑھانے والے بھی ہیں

بیت المال

بیت المال کے معنی ہیں وہ عمارت جس میں سرکاری آمدنی جمع ہو (یعنی خزانہ) پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب کہیں سے مال اور اسباب آتا تو آپ اُسے اُسی وقت لوگوں میں بانٹ دیا کرتے تھے اس لیے اس وقت بیت المال کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ آپ کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ،

نے بھی اپنی خلافت میں کوئی بیت المال نہیں بنایا، لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، خلیفہ ہوئے تو اسلامی حکومت کا پھیلاؤ دُور دُور تک ہو گیا۔ بڑے بڑے ملک فتح ہوئے اور ان ملکوں سے بھی آمدنی ہونے لگی۔ زیادہ سے زیادہ مال مدینے میں آنے لگا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ صوبہ بحرین کے عامل (گورنر) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نے پانچ لاکھ کی رقم بھیجی۔ اسی طرح دوسرے صوبوں سے رقمیں آنے لگیں تو حضرت عمر فاروق رض نے صحابہ رض سے رائے لی اور ایک مکان کو بیت المال بنا کر اسی میں سرکاری مال رکھنے لگے۔ اور اس کا نگراں مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن ارقم رض کو بنایا۔ حضرت عبداللہ بن ارقم رض لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اُن کے ذمّے یہ بھی تھا کہ بیت المال میں جو رقم اور سامان آئے اور جو خرچ ہو اُسے ایک رجسٹر میں لکھتے جائیں۔ حضرت عمر رض نے ان کی مدد کے لیے دو اور صحابہ مقرر کیے۔ یہ تینوں اُن صحابہ رض میں سے تھے جو امانت داری اور دیانت داری میں بہت مشہور تھے۔ یہ بیت المال (خزانہ) تو مدینے میں بنایا گیا۔ اس کے علاوہ ہر صوبے میں بھی بیت المال قائم کیے۔ ہر صوبے کی آمدنی پہلے اسی صوبہ کے بیت المال میں جمع ہوتی۔ پھر ضرورت کے لائق رکھ کر باقی مدینے میں بھیجدی جاتی۔ حضرت عمر رض نے ہر جگہ خزانے کی حفاظت کے لیے سپاہی بھی مقرر کیے

اس بیت المال میں محصول (خراج) کے علاوہ زکوٰۃ کی رقمیں بھی جمع ہوتی تھیں۔

بیت المال میں آئی ہوئی رقم کو حضرت عمرؓ بڑی احتیاط سے خرچ کرتے تھے۔ ایک پیسہ بھی غلط طریقے سے نہ خرچ کرتے تھے۔ ایسی بات پر خرچ کرتے جس سے اسلامی حکومت اور رعایا کو فائدہ ہوتا۔ یہ تو سب لوگ جانتے ہی ہیں کہ عرب کا ملک ریگستان ہی ریگستان ہے۔ اس ریگستان میں حضرت عمرؓ نے بہت سی نہریں نکلوائیں۔ ان نہروں سے لوگوں کو پانی لینے میں آسانی ہوگئی۔ جگہ جگہ چھاؤنیاں قائم کیں۔ ان چھاؤنیوں میں فوج رہتی، اور یہ فوج رعایا کی حفاظت کرتی ان چھاؤنیوں سے کئی فائدے ہوئے لوٹ مار کرنے والوں کو ڈر پیدا ہوا اور انھوں نے لوٹ مار چھوڑ دی۔ اب تجارتی قافلے بے کھٹکے آتے جاتے۔ اس طرح تجارت میں بڑی ترقی ہوئی۔ چھاؤنیوں سے دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ اگر دشمن اسلامی حکومت کے اندر کہیں حملہ کرتا تو ان چھاؤنیوں سے فوراً اتنے سپاہی مقابلے کے لیے بھیج دیے جاتے۔ جو دشمن کو روکتے اس کے بعد اور مجاہدین (اللہ کی راہ میں لڑنے والے) بھیجے جاتے۔ ان چھاؤنیوں کے ڈر سے دشمنوں کو اسلامی حکومت میں گھسنے کی ہمت نہ پڑتی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت سے پہلے باہر سے جو لوگ مہمان کے طور پر

آتے تھے ان کے ٹھہرنے کے لیے کوئی خاص مکان نہ تھا۔ یہ مہمان یا تو مسجد نبوی میں ٹھہرتے یا پھر صحابہ دو دو چار چار چھ چھ مہمانوں کو اپنے گھر لے جاتے، حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانے میں سرکاری مہمان خانے بنوائے۔ مدینہ میں بھی اور دوسرے صوبوں میں بھی۔ اب جو مہمان آتے سرکاری مہمان خانوں میں ٹھہرائے جاتے اور مہمان خانوں کے انتظام کرنے والے وہ بزرگ صحابہ بنائے گئے جو مہمانوں کی خاطرداری میں مشہور تھے۔

اس طرح کے کام حضرت عمرؓ نے اور بہت سے کیے۔ جب آپ بڑے ہوں گے اور بڑی بڑی کتابیں پڑھیں گے تو آپ اچھی طرح سمجھیں گے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے خلیفہ ہو کر کیسے بڑے بڑے کام کیے۔ ہم تو ان کی وہ باتیں بتانا چاہتے ہیں جن میں آپ کی دلچسپی کی باتیں ہیں۔ سنیے ایک بڑی نصیحت اور دلچسپی کی بات۔

ایک بار حضرت عمر فاروقؓ نے کچھ مسلمانوں کو بادشاہ مقوقس کے پاس بھیجا۔ مقوقس حضرت عمرؓ اور دوسرے مسلمانوں سے میل جول رکھتا یہ بات سب کو معلوم تھی۔ اب دیکھیے مسلمان مصر کے لیے چلے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کچھ عطر تحفے کے طور پر مقوقس کی بیگم کے لیے بھیجا۔ وہاں عطر بہت پسند کیا گیا۔ بیگم کے دل میں

اس برتاؤ کا بڑا اچھا اثر ہوا اس نے شکریہ ادا کیا۔ محبت بھرا خط لکھا اور ساتھ ہی بہت قیمتی تحفے (موتی) بھیجے۔ مصر کی ملکہ کے تحفے مدینہ میں آئے تو حضرت عمرؓ کو حال معلوم ہوا۔ آپ نے یہ کہا کہ یہ سارے تحفے بیت المال میں جمع کروا دیئے اور ان میں اتنے اپنی بیوی کے پاس بھجوا دیئے۔ جتنے عطر کے بدلے مناسب سمجھے۔ بیوی نے شکایت کی کہ یہ تحفے میرے نام ہیں اس لیے مجھے ملنا چاہئیں۔ جواب دیا "لیکن ان کے لانے والے سرکاری لوگ تھے اور یہ کہ یہ تحفے تم کو اس لیے ملے کہ تم خلیفہ کی بیوی ہو اور خلیفہ جس طرح تمہارا ہے اسی طرح سارے مسلمانوں کا ہے"۔ بیوی یہ سن کر چُپ ہو گئیں۔ یہ بیوی تھیں "ام کلثوم" حضرت علیؓ کی بیٹی۔ حضرت علیؓ نے یہ سنا تو مسکرائے، اور حضرت عمرؓ کے فیصلے سے خوش ہوئے۔

یہ واقعہ ہم نے آپ کو اس لیے بتایا کہ آپ جان لیں کہ حضرت عمرؓ بیت المال کے معاملے میں کیسی احتیاط برتتے تھے۔ اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں۔

حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایسے بہت سے لوگ موجود تھے جنہوں نے اسلام کے لیے اپنی جانیں لڑائی تھیں اور اب بھی ہر وقت اسلام پر قربان ہونے کے لیے تیار رہتے تھے۔ ان لوگوں کے لیے حضرت عمرؓ نے

بیت المال سے وظیفے مقرر کیے۔ جب آپ ہر ایک کا وظیفہ مقرر کرنے لگے تو صحابہؓ سے رائے لی کہ پہلے کس کے نام سے وظیفہ شروع ہونا چاہیئے۔ کچھ صحابہؓ نے رائے دی کہ آپ مسلمانوں کے خلیفہ ہیں۔ سب سے پہلے آپ کا نام لکھا جانا چاہیئے لیکن حضرت عمرؓ نے کہا "نہیں میں تو ان لوگوں سے شروع کروں گا جو پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ قریب رہے"۔ یہ بات سن کر لوگ اس لیے بہت خوش ہوئے کہ حضرت عمرؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کس درجہ محبت ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے رشتے سے وظیفے دینا شروع کیے۔ حضورؐ کے رشتے سے سب سے پہلے حق امہات المومنینؓ کو پہنچتا تھا۔ اس لیے رجسٹر میں سب سے پہلے ان ہی کا نام لکھا گیا اور ان کے نام کے سامنے بارہ بارہ ہزار درہم لکھے گئے۔ یہ رقم سارے وظیفوں میں سب سے زیادہ تھی۔ امہات المومنین کے بعد پیارے نبیؐ کے خاندان کے دوسرے بزرگوں کو وظیفے دیئے گئے۔ اس طرح خود حضرت عمرؓ کے خاندان کا نام پانچ خاندانوں کے بعد آیا لیکن حضرت عمرؓ خوش تھے کہ حضورؐ کے گھرانے والوں کو سب سے پہلے وظیفہ دیا گیا۔

لہ امہات المومنین، یعنی مسلمانوں کی مائیں۔ یہ لقب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہم مسلمانوں کی مائیں ہی ہیں

اس سلسلے میں ایک مزے دار اور نصیحت والی بات سنیئے ۔ یہ تو آپ کو معلوم ہی ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید بن حارثہ رض کو بیٹے کی طرح مانتے تھے ۔ ان سے بڑی محبت کرتے تھے ۔ انھیں بیٹا بھی بنا لیا تھا لیکن جب اللہ کا حکم آیا کہ پرائے شخص کا بیٹا ، اصلی بیٹے کی طرح نہیں ہو سکتا تو پھر وہ منھ بولے تو نہیں رہے تھے لیکن حضورؐ کو ان سے محبت اسی طرح رہی ۔ حضرت زید رض کے بیٹے حضرت اُسامہ رض کو بھی حضورؐ بہت چاہتے تھے ۔ اُنہی حضرت اُسامہ رض کا وظیفہ حضرت عمر رض نے اپنے بیٹے عبداللہ رض سے زیادہ مقرر کیا ۔ حضرت عبداللہ بن عمر رض وہ صحابی تھے کہ ان کی نیکیوں کی تعریف پیارے حضورؐ خود فرمایا کرتے تھے ۔ انھوں نے شکایت کی کہ اُسامہ رض کا وظیفہ مجھ سے زیادہ کیوں رکھا گیا تو جواب دیا " نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامہ رض کو تجھ سے اور اسامہ رض کے باپ کو تیرے باپ سے (یعنی مجھ سے) زیادہ چاہتے تھے

دیکھا آپ نے حضورؐ کی محبت کتنی زیادہ تھی حضرت عمر رض کے دل میں ۔ حضورؐ کی محبت کے آگے وہ کسی کی محبت کی پرواہ نہ کرتے تھے ۔ جب اس طرح سارے وظیفے مقرر ہو چکے تو پھر دوسروں کے نام لکھے گئے ۔ ان میں سب سے پہلے ان لوگوں کے نام تھے ۔ جو حضورؐ کے ساتھ ہو کر بدر کے میدان میں کافروں سے لڑے تھے ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بیت المال کی رقم ایسے بچوں کو دینا شروع کی تھی جن کا دودھ مائیں چھڑا چکی ہوں۔ وظیفے کے لالچ میں مائیں پورے دو برس بھی دودھ نہ پلاتیں اور اس سے پہلے دودھ چھڑا دینے کی کوشش کرتیں تاکہ بچوں کا وظیفہ حاصل کرلیں۔ ایک بار حضرت عمر رض نے ایک ایسی ہی عورت کو دیکھا۔ اس کا بچہ رو رہا تھا اور وہ اسے دودھ نہیں پلا رہی تھی، آپ نے اُسے ڈانٹا کہ بچے کو دودھ کیوں نہیں پلاتی۔ اس نے جواب دیا "بھائی! تم جانتے نہیں، ہمارے خلیفہ نے اعلان کیا ہے کہ جن بچّوں کا دودھ چھوٹ چکا ہو، انھیں وظیفہ دیا جائے۔ اسی لیے میں بچّے کی عادت چھڑا رہی ہوں"

وہ عورت حضرت عمر رض کو پہچانتی نہیں تھی۔ لیکن خلیفہ پر اس بات کا بڑا اثر ہوا۔ آپ نے دل میں کہا کہ اے عمر! نہ جانے کتنے بچے اسی طرح روتے ہوں گے اور ماؤں کے دودھ کو ترس رہے ہوں گے۔ یہ سوچ کر جلدی جلدی واپس مدینہ آئے اور حکم دے دیا کہ جس دن بچہ پیدا ہو اُسی دن سے اُسے وظیفہ دیا جائے۔

دین پھیلانا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو انھوں نے خلافت کا کام بڑے اچھے طریقے سے کیا، انھوں نے بڑے بڑے کام کیے لیکن سب سے بڑا کام جو انھوں نے کیا وہ یہ کہ اللہ کے دین کو خوب پھیلایا۔ نئے نئے ملک فتح ہوئے اور وہ اسلامی حکومت میں شامل کیے گئے۔ ساتھ ہی ایسا انتظام کیا کہ بہت سے لوگ خوشی خوشی مسلمان ہو گئے۔ زبردستی کسی کو مسلمان کرنا حضرت عمر بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ حکم تھا کہ غیر مسلموں کو اسلام کی خوبیاں سمجھائی جائیں۔ مسلمان اسلام کا سچا نمونہ بنیں یعنی اللہ کے حکموں پر اس طرح چلیں جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا، سمجھایا اور خود نمونہ دے کر سکھایا ہے، ہمیشہ اچھے کام کریں۔ نماز دل لگا کر پڑھیں۔ سچ بولیں۔ وعدہ پورا کریں۔ کسی کو دھوکہ نہ دیں، دشمنوں سے لڑنا پڑے تو ان کے بچّوں، بوڑھوں، اور ان کی عورتوں کو نہ ستائیں۔ حضرت سعد بن وقاص رض کو ایران کی فوجوں سے لڑنے بھیجا تو سمجھا دیا کہ لڑنے سے پہلے دشمن کو اسلام کی

خوبیاں سمجھائیں۔ اسلامی لشکر کا سردار ایسے شخص کو بناتے جو دین کی باتیں اچھی طرح جانتا ہوتا۔ پھر جب کوئی ملک فتح ہوتا تو وہاں کے رہنے والوں کے ساتھ ایسا اچھا برتاؤ کرتے کہ جو لوگ دشمن ہوتے وہ دوست بن جاتے۔ پھر وہ اسلام کو سمجھتے تو مسلمان ہو جاتے۔ اس کی بہت سی مثالیں حضرت عمر رضؓ کے زمانے میں ملتی ہیں۔ کچھ واقعات نیچے لکھے جاتے ہیں:۔

حضرت عمر فاروق رضؓ نے ایران فتح کرنے کے لیے حضرت سعد بن وقاص رضؓ کو بھیجا تو ایرانیوں سے بہت سی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ ان لڑائیوں میں ایک ایرانی سردار ہرمزان نے مسلمانوں کو بہت نقصان پہنچایا تھا۔ اس نے بار بار مسلمانوں کو دھوکہ دیا۔ دھوکہ دے کر بہت سے مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ آخر ایک سخت لڑائی کے بعد وہ پکڑا گیا۔ اُسے قید کر کے حضرت عمر رضؓ کے پاس بھیجا گیا۔ حضرت عمر رضؓ اس کی شرارتوں کے بارے میں سُن چکے تھے۔ دل میں سوچ لیا تھا کہ جیسے ہی ہرمزان مدینے میں آئیگا اسے قتل کرنیکا حکم دیدیا جائیگا۔ وہ آیا حضرت عمر رضؓ نے اسے قتل کرنیکا حکم دیدیا۔ ہرمزان بڑا سمجھ دار آدمی تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جب مسلمان کسی سے وعدہ کرتے ہیں، تو اُسے ضرور پورا کرتے ہیں، اور وعدے کا پورا کرنا، ان کے مذہب میں واجب ہے تو بس اُس نے اپنے بچنے کی تدبیر سوچ لی۔ اپنے قتل

کا حکم سُنا تو بولا۔ "میں پیاسا ہوں مجھے پانی پلا دیجیے"۔ حضرت عمرؓ نے پانی منگا دیا۔ اس نے پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا اور کہا "میں چاہتا ہوں کہ جب تک یہ پانی نہ پی لوں آپ مجھے قتل نہ ہونے دیں"

حضرت عمرؓ نے کہا "ہاں یہ پانی تم پی لو۔ اس کے پینے سے پہلے تم کو قتل نہیں کیا جائے گا"۔ یہ سنتے ہی ہرمزان نے وہ پانی پھینک دیا اور کہا کہ اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ حضرت عمرؓ نے کہا "کیوں نہیں قتل کر سکتے؟" اس نے جواب دیا جس پانی کے پینے کا وعدہ تھا وہ تو زمین کے اندر جا چکا اور آپ نے وعدہ کیا ہے کہ اس پانی کے پینے سے پہلے قتل نہ کریں گے۔ آپ یہ پانی زمین سے نکال دیجیے اور مجھے پلا دیجیے تو قتل کیجیے"۔

یہ جواب سُن کر حضرت عمرؓ سوچ میں پڑ گئے اُنھوں نے ہرمزان کو ڈانٹا کہ تو نے دھوکہ دیا لیکن دوسرے صحابہؓ نے کہا کہ سچ مچ آپ یہی وعدہ کر چکے ہیں اور وعدہ پورا کرنا واجب ہے۔ آپ اسلامی قانون سے اب اس کو قتل نہیں کر سکتے۔ حضرت عمرؓ ہرمزان کی اس چالاکی پر مسکرا دیے اور حکم دیا کہ اسے چھوڑ دو۔

ہرمزان چھوڑ دیا گیا اور سرکاری مہمان بنا لیا گیا۔ چھوٹ کر ہرمزان نے غسل کیا۔ اس کے بعد آکر کہا کہ میں اب اپنی خوشی سے مسلمان ہوتا ہوں کیونکہ

جو مذہب ایسے اچھے انسان بناتا ہے میں اس مذہب کے سچا ہونے میں کوئی شک نہیں سمجھتا۔ ہرمزان نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں)۔

ہرمزان کے مسلمان ہونے سے حضرت عمر رضؓ بہت خوش ہوئے اس کو اپنے پاس ٹھہرا لیا اور جب کوئی ایسی بات سامنے آتی جس میں لوگوں سے رائے لینا ہوتی تو ہرمزان سے بھی رائے لیتے۔

ایران کی لڑائیوں میں قادسیہ کی لڑائی بہت مشہور ہے۔ ایرانیوں کی فوج کا افسر رستم تھا اور اسلامی لشکر کے سردار حضرت سعد بن وقاص رضؓ تھے۔ سعد بن وقاص رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کے حکم کے مطابق حضرت مغیرہ رضؓ کو رستم کے پاس بھیجا۔ رستم نے سُنا کہ مغیرہ رضؓ ملنے آ رہے ہیں تو اس نے دربار سجانے کا حکم دیا۔ مخمل کے گدّے بچھائے گئے۔ سونے چاندی کی کرسیاں۔ موتیوں سے سجا ہوا تخت اور طرح طرح کے سامان سے دربار سجایا گیا۔ دربار کے تمام لوگ سونے کے کنگن اور ریشم اور اطلس کے لباس پہن کر ٹھاٹ سے بیٹھے۔ مغیرہ رضؓ پہنچے تو ان کو ایرانیوں نے دیکھا وہ مسکرا دیئے۔ حضرت مغیرہ رضؓ کے کپڑے سادہ تھے۔ ان کے

پاس تلوار تو تھی لیکن میان نہیں تھی۔ تلوار پہ انھوں نے کپڑا لپیٹ لیا تھا۔ دوسرے ہتھیار ایسے ہی تھے۔ حضرت مغیرہ رضؓ ان کے مسکرانے کا مطلب سمجھ گئے۔ وہ کچھ نہ بولے۔ سیدھے بڑھتے ہوئے رستم کے تخت کے پاس پہنچے۔ اس نے سونے کی کرسی پیش کی۔ حضرت مغیرہ رضؓ نے سونے کی کرسی پر بیٹھنے سے انکار کر دیا۔ فرمایا کہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان مردوں کے لیے سونا استعمال کرنا حرام قرار دیا ہے۔

یہ سُن کر رستم نے ریشم اور کمخواب کے گدّے پر بیٹھنے کو کہا تو بھی وہی جواب ملا۔ اب رستم نے کہا کہ "آپ ہمارے مہمان ہیں۔ آپ بتائیں کہ ہم آپ کو کہاں بٹھائیں"۔ حضرت مغیرہ رضؓ نے جواب دیا کہ ہمارے رسولؐ نے یہ بھی بتایا ہے کہ انسان ہونے کی نسبت سے سارے انسان برابر ہیں۔ انسان کے لیے یہ ٹھیک نہیں ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان اس طرح بیٹھے جیسے وہ لوگوں کا خدا ہے۔ ہمارا سردار ہم میں اس طرح بیٹھتا ہے کہ لوگ فرق نہیں کر سکتے۔

حضرت مغیرہ رضؓ کی یہ بات سُن کر رستم بہت شرمایا۔ بات یہ تھی کہ اس کا تخت سارے لوگوں سے بلندی پر بچھا تھا اور وہ اس پر اس طرح بیٹھا تھا جیسے کہ خدا ہی ہو۔ لوگ جب اس کے تخت کے پاس جاتے تو سجدہ کرتے۔ حضرت مغیرہ رضؓ نے سجدہ کرنے سے بھی انکار کر دیا تھا۔

حضرت مغیرہ رضؓ کی باتوں سے رستم تو شرمایا ہی تھا۔ اس کے دربار میں جو اچھے دل کے لوگ تھے۔ انھوں نے مغیرہ رضؓ کی تعریف کی۔ رستم نے ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھالیا پھر کہا کہ ابھی کل کی بات ہے کہ تم لوگ ہمارے رعایا تھے۔ مُردار کھاتے تھے۔ آج تم ہم سے لڑنے آئے ہو۔ تمہارے پاس ہتھیار بھی ٹھیک سے نہیں ہیں۔ حضرت مغیرہ رضؓ نے جواب دیا کہ :۔

”یہ سچ ہے کہ ہم گمراہ تھے، مُردار کھاتے تھے۔ آپس میں لڑتے مرتے تھے۔ اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے لیکن خدا نے ہمارے اندر ایک رسول بھیجا۔ اوّل اوّل تو ہم نے اس کا کہنا نہیں مانا۔ لیکن پھر اس کی باتیں دل میں اثر کرنے لگیں۔ ہم نے اللہ کے دین کو سمجھا اور مسلمان ہوگئے۔ ہم نے ساری بُرائیاں چھوڑ دیں اور اب اسی نبیؐ کے دوسرے خلیفہ کے حکم سے یہاں آئے ہیں اور آپ سے کہتے ہیں کہ آپ لوگ بھی اس سچے دین اسلام کو قبول کرلیں اور ان باتوں کو چھوڑ دیں جو انسان کو انسان نہیں رہنے دیتیں“۔

حضرت مغیرہ رضؓ نے اسی طرح اور باتیں کہیں۔ رستم نے کہا کہ تم بہت اچھی تقریر کرنا جانتے ہو لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم تمہارا کہنا مان لیں جبکہ تمہارے پاس تلوار تو ہے لیکن میان نہیں ہے۔

رستم سے یہ سنا تو حضرت مغیرہ رضؓ نے تلوار کے اوپر کا کپڑا الگ کیا

اور بولے "تم میان دیکھنا چاہتے ہو۔ حالانکہ اصل چیز تلوار ہے۔ یہ کہہ کر تلوار کو ہاتھ میں لے کر بلند کیا تو ایرانیوں کے سامنے بجلی سی کوند گئی۔ تھوڑی دیر اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں۔ آخر رستم نے حضرت مغیرہ رضؓ کی باتیں ماننے سے انکار کر دیا۔

اس طرح جب اسلامی لشکر کا دوسری فوجوں سے سامنا ہوا تو لڑائی سے پہلے مسلمان دشمن فوج کے سردار سے جا کر ملے اور انھیں اسلام کی خوبیاں سمجھائیں۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ دشمن کی طرف سے لوگ آتے۔

ایک بار شام کے ملک میں اسلامی لشکر سے عیسائیوں کی لڑائیاں ہو رہی تھیں۔ اسلامی لشکر کے افسر حضرت ابو عبیدہ رضؓ تھے۔ عیسائی سردار نے اپنا ایک نہایت قابل افسر ان کے پاس بھیجا تاکہ وہ ان سے صلح کی بات کرے۔ جارج جب اسلامی لشکر میں پہنچا، اس وقت مغرب کا وقت ہو چکا تھا۔ اذان کے بعد مسلمانوں نے نماز شروع کر دی۔ جارج اسلامی عبادت کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے مسلمانوں سے پوچھا "تمہارا سردار کون ہے؟" لوگوں نے حضرت ابو عبیدہ رضؓ کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے حضرت ابو عبیدہ رضؓ کو سادہ لباس پہنے اور زمین پر بیٹھے دیکھا تو حیران رہ گیا۔ اس نے اسلام کے بارے میں کچھ باتیں پوچھیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے اسے اچھی طرح سمجھایا، وہ مسلمان ہو گیا۔

اُس نے مسلمان ہونے کے بعد کہا کہ اب میں واپس نہیں جاؤنگا یہیں مسلمانوں کے ساتھ رہوں گا۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے فرمایا کہ تم عیسائیوں کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے ہو۔ تمہارا یہاں رُکنا ٹھیک نہیں۔ کل ہم اپنا آدمی عیسائیوں کے سردار کے پاس بھیجیں گے تم اُس کے ساتھ چلے آنا۔

شام ہی کی لڑائیوں میں ایک لڑائی کا واقعہ یوں ہے کہ مسلمانوں نے عیسائیوں کا مشہور شہر حمص فتح کرلیا۔ حمص میں عیسائی رہتے تھے اب جو ٹیکس حمص سے عیسائی بادشاہ کو جاتا تھا وہ مسلمانوں نے وصول کیا۔ لیکن چند ہی دنوں میں عیسائی اتنا بڑا لشکر لے کر آئے کہ حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے یہ مناسب سمجھا کہ اس شہر کو چھوڑ دیں اور لڑنے کے لیے دوسری جگہ جاکر ٹھہریں۔ تو جب حمص سے واپس ہوئے تو جتنا روپیہ شہر سے وصول کیا تھا۔ وہ سب واپس کر دیا اور کہہ دیا کہ یہ روپیہ ہم نے تم سے اس لیے لیا تھا کہ شہر او شہر والوں کے لیے ہی خرچ ہوگا۔ اب جبکہ ہم یہاں سے جاتے ہیں تو کیوں لے جائیں۔

یہ سُنکر حمص کے عیسائی مسلمانوں کو دعائیں دینے لگے اور کہنے لگے کہ خدا تم کو ہم پر حاکم بنائے۔

پھر جب جہاں جہاں مسلمانوں کی جیت ہوئی اور وہاں اسلامی

حکومت کے مطابق انتظام ہوا تو لوگوں نے دیکھا کہ اسلام کیسا برکت والا مذہب ہے۔ یہ دیکھ کر سارے کے سارے ملک مسلمان ہو گئے۔ اس بارے میں بڑی بڑی کتابوں میں بہت سے واقعات ملتے ہیں جن کو ہم چھوڑتے ہیں۔

جس جگہ کے لوگ مسلمان ہو جاتے۔ وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن کے درس کا انتظام فرماتے تھے۔ اچھے سے اچھے قاری اور قرآن سمجھانے والے بھیجے جاتے۔ صحابہ رضؓ میں پانچ بزرگ ایسے تھے جو سب سے اچھے قاری مانے جاتے تھے۔ یہ پانچوں بزرگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد تھے، اور سب حافظ تھے۔ ان میں حضرت ابوایوب انصاری بہت بوڑھے ہو چکے تھے اور حضرت ابی بن کعبؓ بیمار تھے۔ ان دونوں کو تو باہر جانے کا موقع نہ ملا، باقی تین بزرگ حضرت معاذ بن جبل رضؓ عبادہ بن صامت رضؓ اور ابوالدرداء رضؓ کو شام کی طرف بھیجدیا۔ ان بزرگوں نے وہاں قرآن خوب پھیلایا۔ ہزاروں نومسلموں نے ان سے قرآن سیکھا۔ ایک بار گنا گیا تو حضرت ابوالدرداء کے شاگرد ایک ہزار کچھ سو نکلے۔

حضرت عمر رضؓ نے جس طرح قرآن پھیلایا اسی طرح روزہ نماز وغیرہ کے قاعدے بتانے کے لیے بھی لوگ مقرر کیے۔ لین دین شادی

بیاہ وغیرہ کے بارے میں بتلانے والے مقرر کیے۔ اس طرح جو شخص مسلمان ہوجاتا وہ اسلام کی ساری باتیں معلوم کر لیتا تھا۔ حکم تھا کہ دین کی جو باتیں سنو اس پر عمل کرو۔

کچھ خاص باتیں

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینے چلے گئے تو مکے کے کافروں نے ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ مدینے پر چڑھائی کر دی۔ حضورؐ نے سنا تو پیارے صحابہ رضؓ کو ساتھ لے کر روکنے کے لیے بڑھے۔ بدر کے مقام پر کافروں سے لڑائی ہوئی۔ بدر کی لڑائی میں بہت سے کافر مارے گئے اور بہت سے قید ہوئے۔ ان قیدیوں کے بارے میں سوچا جانے لگا کہ ان کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیارے صحابہ رضؓ سے رائے لی۔ حضرت ابوبکر رضؓ نے رائے دی کہ یہ سب اپنے ہی بھائی برادر ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے اور اس کے بدلے کچھ رقم (فدیہ) لے لی جائے۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضؓ سے رائے لی۔ اُنھوں نے کہا کہ دین کے معاملے

میں بھائی برادری کا خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ میری رائے ہے کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔

سب سے رائے لینے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دیا —— قیدیوں کو چھوڑنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو آیتیں اُتریں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی رائے ہی ٹھیک تھی۔ (دیکھیئے سورۂ انفال آیت ۶۷، ۶۸، ۶۹)

حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو بُلایا اور آیتیں سُنائیں۔ پھر فرمایا کہ قرآن تو ہمارے گھر (یعنی ہم پر) نازل ہوتا ہے اور حضرت عمرؓ کے دل میں پہلے سے اللہ تعالیٰ ڈال دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ کی یہی سوجھ بوجھ دیکھ کر پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس راستے سے عمر گزرتے ہیں اس راستے سے شیطان بھاگ جاتا ہے

پیارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی سوجھ بوجھ کے بارے میں جو کچھ فرمایا وہ صرف اوپر والے واقعے ہی سے ثابت نہیں ہوتا اس کی اور بہت سی مثالیں ہیں۔ مثلاً جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینے چلے گئے تو حضرت عمرؓ کو بار بار یہ خیال آتا تھا کہ مسلمان عورتوں کو پردہ کرنا چاہیئے۔ انھوں نے حضورؐ سے کئی بار

کہا بھی۔ آخر اللہ تعالےٰ نے پردے کا حکم اتارا۔ اور سُنیئے :۔

مدینے میں ایک منافق تھا اس کا نام عبداللہ بن اُبی تھا۔ عبداللہ بن اُبی منافق ہی نہیں بلکہ منافقوں کا سردار تھا۔ وہ زبان سے تو اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا تھا یعنی کہتا تھا کہ میں مسلمان ہوں مگر دل میں اسلام کا سب سے بڑا دشمن تھا یہ بات سب کو معلوم تھی لیکن اس کے ایک سمجھدار بیٹے جن کا نام بھی حضرت عبداللہ تھا وہ پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے ساتھیوں میں سے تھے۔ عبداللہ بن ابی مرا تو بیٹے نے پیارے رسولؐ سے اس کی نمازِ جنازہ پڑھنے کے لیے کہا۔ پیارے نبیؐ رحم دل اور مروّت دار آدمی تھے۔ آپؐ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دی۔ حضرت عمرؓ نے تعجب کے ساتھ کہا " یارسول اللہؐ! آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی ؟" پیارے نبیؐ چُپ رہے۔ پھر اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کے پاس حکم بھیجا کہ منافق کی نمازِ جنازہ نہیں پڑھانا چاہیے تھا۔ حضورؐ نے یہ حُکم بھی حضرت عمرؓ کو سُنایا۔

اسی طرح کی اور بھی مثالیں ہیں۔ جب پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم مدینے میں آگئے تو یہ سوچا جانے لگا کہ نمازوں کے وقت مسلمانوں کو کیسے جمع کیا جایا کرے۔ کسی نے کہا کہ گھنٹی بجائی جایا کرے۔ کسی نے کہا ناقوس (سنکھ) پھونکا جایا کرے۔ مطلب یہ کہ جو جس کی سمجھ میں

آتا رائے دیتا۔ حضرت عمرؓ نے اذان دینے کی رائے دی۔ ان کے رائے دینے کے بعد ایک اور پیارے صحابی آگئے۔ اُنھوں نے آکر کہا کہ حضرت عمرؓ ٹھیک کہتے ہیں۔ میں نے خواب میں اذان سُنی ہے اُس کے بعد اُنھوں نے اذان کے بول سُنائے۔ پیارے نبیؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم دیا۔

حضرت عمرؓ کے پیارے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ دین داری اور سمجھ داری میں ایسے اچھے تھے کہ پیارے نبیؐ نے اُنکی تعریف کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میرے والد عمرؓ، کسی بات کے بارے میں جو کچھ سوچتے تھے وہی ہوتا تھا۔

اس بارے میں کتابوں کے اندر بہت سی باتیں لکھی ہیں لیکن ہم ان کو چھوڑتے ہیں صرف ایک دل چسپ بات اور لکھتے ہیں۔ وہ مزیدار بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایرانیوں سے ایک بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں لشکر اسلام کے سپہ سالار پیارے نبیؐ کے ماموں اور مشہور صحابی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ ایرانیوں کی فوج بہت زیادہ تھی مسلمانوں کا لشکر بہت کم تھا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ مدد کے لیئے فوج بھیجیے۔ عمر فاروقؓ نے چار مجاہد بھیجے اور لکھ دیا کہ میں نے چار ہزار کا لشکر بھیجا ہے ان کے

علاوہ بعد میں دوسرا لشکر بھیجوں گا۔

یہ چاروں مجاہد ایران پہنچے۔ انہوں نے خط سعد بن ابی وقاص رضؓ کو دیا۔ اُنھوں نے خط پڑھا تو پوچھا "چار ہزار کا لشکر یہی چار آدمی ہیں؟" ان چاروں مجاہدوں میں معدی کرب ایک مجاہد تھے۔ ان کو سپہ سالار کی بات لگ گئی وہ اسی وقت ایرانیوں کے لشکر کی طرف چلے۔ ایک طرف ایک ہزار کا لشکر ڈیرا ڈالے پڑا تھا۔ انھوں نے پوچھا۔ یہ لشکر کیسا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ ہمارے سردار رستم کا چنا ہوا لشکر ہے۔ معدی کرب نے پھر پوچھا اور تمہارا سردار کہاں ہے۔ بتایا کہ وہ سامنے! اُنھوں نے اُدھر دیکھا۔ وہاں ایک نہایت عمدہ گھوڑا بندھا دیکھا تو اُسی طرف چل دیئے۔ جا کر گھوڑا کھولا۔ لے کر چلے اور پکارے۔ "میں ہوں معدی کرب تم میں سے کوئی جو مجھے روک سکے"۔ یہ سُن کر پورا ایک ہزار کا لشکر دوڑ پڑا۔ سب نے ہلّہ بول دیا۔ معدی کرب نے بھی تلوار نکالی۔ لڑتے بھڑتے اپنے لشکر کے پاس آ گئے۔ مسلمانوں نے دیکھا تو مدد کے لیے بڑھے۔ اُنھیں دیکھ کر ایرانی واپس چلے گئے۔ معدی کرب نے مسلمانوں سے کہا کہ تمہارے آنے کی ضرورت نہیں تھی۔ میں ان کے لیئے کافی تھا۔ اس کے بعد گھوڑا سعد بن ابی وقاص رضؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ لوگ سمجھ گئے کہ حضرت عمر رضؓ نے جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے کہ چاروں مجاہدوں میں ہر

ایک، ہزار ہزار سپاہیوں کے برابر ہے۔

اللہ تعالےٰ نے اس سوجھ بوجھ کے ساتھ ان کو زبان و قلم کا مالک بھی بنایا تھا یعنی وہ بڑی اچھی تقریر بھی کرتے تھے اور قلم سے جو بات لکھتے تھے۔ وہ بہترین طریقے سے لکھتے تھے۔ اس بات کو سارے صحابہؓ مانتے تھے۔ ایک بار ایک صاحب نے خلافت کے بارے میں ایسی بات کہی جس سے جھگڑا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے سنا تو اعلان کرا دیا کہ جمعہ کو اس بارے میں تقریر کروں گا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے سُنا تو جمعہ کو منبر کے پاس جا کر بیٹھے اور ایک صاحب سے کہا "آج عمرؓ ایسی تقریر کریں گے کہ اس کا جواب نہیں"۔

سچ مچ حضرت عمرؓ نے وہ تقریر ایسی زوردار کی کہ بات سب کی سمجھ میں آگئی اور جھگڑا پیدا ہونے کا اندیشہ جاتا رہا۔ بہت دنوں تک ان کی اس تقریر کو لوگوں نے یاد رکھا۔ اسی طرح ان کی تحریر بھی بڑی زوردار ہوتی تھی۔

حضرت عمر فاروقؓ یہ چاہتے تھے کہ مسلمان تمام معاملوں میں خوب سوچ سمجھ کر بات کیا کریں۔ اس بارے میں جب صحابہؓ کے پاس بیٹھتے تو کوئی بات چھیڑ دیتے۔ لوگ آزادی کے ساتھ اس بات کے بارے میں کہتے سُنتے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت عمرؓ قرآن کی کسی آیت کا مطلب

پوچھ بیٹھتے اور صحابہ رض غور کر کے جواب دیتے۔ ظاہر بات ہے کہ ایسی محفلوں میں کیسے کیسے قابل لوگ شریک ہوتے ہوں گے۔ لیکن حضرت عمر رض اس محفل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی بٹھلاتے تھے۔ جو بڑی عمر کے نہ تھے بلکہ نوجوان تھے۔ بڑوں نے اعتراض کیا کہ حضرت! آپ ایسی محفلوں میں بچوں کو کیوں بلا کر بٹھا لیتے ہیں۔ یہ "بچوں" والی بات لوگوں نے حضرت "عبداللہ بن عباس رض" کے بارے میں کہی تھی۔ لیکن حضرت عمر رض جانتے تھے کہ یہ "بچہ" کیسا قابل ہے۔ اصل بات یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رض دین کی بہت سی باتوں میں حضرت عمر رض کے شاگرد تھے۔ حضرت عمر رض نے ان کو ذہین دیکھا تو ان محفلوں میں بیٹھنے کی اجازت دیدی۔ پھر جب بحث چھڑتی تو ان سے بھی پوچھا جاتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رض جواب دینے کھڑے ہوتے تو نو عمری کی وجہ سے جھجکتے۔ حضرت عمر رض اُن کا حوصلہ بڑھاتے۔ وہ جواب دیتے تو لوگوں کو معلوم ہوتا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، آدمی کو خوب پہچانتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ دو عبداللہ (عبداللہ بن عباس رض اور عبداللہ بن عمر رض) قرآن و حدیث کے ایسے عالم فاضل گزرے ہیں کہ ان کے زمانے میں ان کے برابر کوئی ایسا نہ تھا۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن عباس رض حضرت عمر رض کے شاگرد اور دوسرے عبداللہ بن عمر رض ان کے پیارے بیٹے۔ دونوں

کو خوب ہی تربیت دی۔ تیسرے ایک اور صاحب تھے حضرت نافع رضؓ وہ بھی بہت مشہور ہیں وہ حضرت عمر رضؓ کے غلام تھے۔ یہ تینوں بہت ہی نامی عالم گزرے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کے بارے میں یہ پڑھ کر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ دوسرے ذہین اور ہونہار بچوں پر ان کی نظر نہیں تھی وہ دوسرے ذہین بچوں کو دیکھتے تو اُن میں جو خوبی ہوتی اُسے اُبھارتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ ان کے زمانے میں بچّے تھے۔ وہ بڑے نڈر تھے۔ حضرت عمر رضؓ ان کی اس خوبی کو اُبھارا کرتے تھے۔ ایک بار وہ ایسے بچوّں کی طرف گئے جن میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ بھی تھے۔ دوسرے بچّے حضرت عمر رضؓ کو دیکھ کر ایک طرف ہو گئے اور کھیل ختم کر دیا لیکن عبداللہ بن زبیر رضؓ نہ ہٹے۔ حضرت عمر رضؓ ان کے پاس گئے، (ڈانٹ کر دکھانے کے لیے ڈانٹا) بولے "بچّے تو راستے سے کیوں نہ ہٹا؟" انھوں نے بھی نڈر ہو کر جواب دیا۔ "راستہ اتنا تنگ نہ تھا کہ آپ نکل نہ سکتے" عبداللہ بن زبیر کی یہ باتیں دیکھتے تو فرمایا کرتے جیسا دودھ ویسا پوت[1]۔

---

[1] حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے نواسے تھے حواری رسول حضرت زبیر رضؓ کے بیٹے تھے۔ ماں کا نام حضرت اسمار تھا۔ اسمار حضرت صفیہ رضؓ کی بہو تھیں جو حضرت حمزہ رضؓ کی بہن اور خود نہایت بہادر خاتون اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔

یہی عبداللہ بن زبیر رض ایک بار سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ یہ کمسن تھے اور اپنے ساتھ کے دوسرے بڑے لڑکوں کے ساتھ چہلیں کرتے جاتے تھے۔ راستے میں جھاڑیاں پڑتیں، اُن کے پھل توڑ لاتے۔ اور انھیں اچھالتے ہوئے چلتے، حضرت عمر رض اُن کی شوخی دیکھتے اور صرف اتنا کہتے۔ "دیکھو بھئی اونٹ بھڑکنے نہ پائیں"۔

سوچنے کی بات ہے۔ یہ حضرت عمر رض وہی عمر رض ہیں جن کے بارے میں لوگوں نے حضرت ابوبکر رض سے کہا تھا کہ آپ ایسے شخص کو خلیفہ بنائے جاتے ہیں جو بہت غصہ ور ہے۔ اور حضرت ابوبکر رض نے جواب دیا تھا۔ "ہاں جب خلافت کا بوجھ پڑے گا تو عمر رض کا مزاج ایسا نہ رہے گا"۔ کیسی سچی بات نکلی۔ ہوا بھی ایسا ہی۔ خلیفہ ہونے کے بعد دن بدن نرم ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ بچوں کی شرارتیں اور شوخیاں بھی برداشت کرتے تھے۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی اس وقت بچے تھے۔ ایک دن جمعہ کو حضرت عمر رض منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ حسین رض ادھر آ نکلے۔ انھوں نے منبر پر اپنے پیارے نانا کو خطبہ دیتے دیکھا تھا۔ بچے تو تھے ہی آ کر بولے۔ "آپ میرے نانا کی جگہ کیوں بیٹھے؟"۔ حضرت عمر رض مسکرا دیئے۔ لیکن حضرت علی رض بیٹے کے بچپنے پر گھبرا گئے۔ حضرت عمر رض ان کی گھبراہٹ

تاڑ گئے اور کہا "کوئی بات نہیں بچپن ہے"۔

اس واقعے میں جہاں حسین رضؓ کے بچپنے کی بات ظاہر ہوتی ہے وہاں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضؓ پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں اور رشتہ داروں، یہاں تک کہ بچوں تک کی بیحد عزت کرتے تھے۔

خلیفہ ہونے کے بعد مزاج میں ایسی نرمی آگئی تھی کہ بڑی سے بڑی بات سہہ جاتے تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے خلیفہ ہونے پر مشہور سپہ سالار حضرت خالد رضؓ کو اس عہدے سے الگ کر دیا۔ حضرت خالد رضؓ کے گھرانے کے ایک شخص نے بھرے مجمع میں ڈانٹ کر کہا "عمر رضؓ! تو نے خدا کی تلوار کو میان میں کر دیا"۔ اس کے اس غصے پر صرف یہ کہا کہ "تم کو اپنے بھائی کی وجہ سے غصہ آگیا"۔

اسی طرح حضرت عمر رضؓ ایک بار تقریر کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ عورتوں کے مہر کی رقم سرکاری طور پر مقرر ہو جانا چاہیئے۔ اس پر ایک عورت نے ڈانٹ دیا۔ "عورتوں کے جس حق کے بارے میں اللہ اور اللہ کے رسولؐ نے رقم مقرر نہیں کی تو اس پر تو پابندی لگانے والا کون ہوتا ہے؟" اس پر فرمایا کہ عمر سے زیادہ تو یہ بڑھیا دین جانتی ہے۔

ایک بار تقریر کرتے کرتے فرمایا "مسلمانو! اگر میں ٹیڑھا ہو جاؤں تو تم کیا کرو گے؟" ایک شخص نے تلوار نکال کر کہا "میں تجھے اس کی نوک

سے سیدھا کر دوں گا"۔ حضرت اس وقت بھی غصہ پی گئے۔ بولے اس قوم میں جب تک اس نوجوان جیسے لوگ باقی رہیں گے یہ قوم زندہ رہیگی

حضرت عمر رض کبھی کبھی ایسی باتیں کرتے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے غرور اور غصے کو دبانے کی مشق کرتے ہیں۔ ایک روز خطبہ دیتے دیتے فرمانے لگے "میں بچپن میں بکریاں چرایا کرتا تھا اور اگر سستی کرتا تو میرا باپ مجھے پیٹتا تھا"۔ لوگوں نے سُنا تو آپس میں کہنے لگے "اس بات کے کہنے کی کیا ضرورت تھی"۔ حضرت عمر رض نے سُنا تو بتایا کہ شیطان ورغلاتا ہے کہ اے عمر رض! اب تو تم خلیفہ ہو۔ اس وقت بھی شیطان نے یہی کہا تو میں نے یوں اس کا گلا دبا دیا۔

ایک بار حضرت حسین رض کے بڑے بھائی حضرت حسن رض حضرت عمر رض کے ایک بیٹے کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ کھیل ہی کھیل میں کچھ اَن بَن ہو گئی۔ حضرت حسن رض کی زبان سے نکل گیا کہ تو اور تیرا باپ دونوں میرے نانا کے غلام ہیں"۔

بیٹے نے گھر آکر باپ سے شکایت کی۔ حضرت عمر رض نے جا کر حضرت علی رض سے کہا۔ حضرت علی رض نے حسن رض کو بُلایا اور کہا کہ "یوں کہا ہے؟" وہ چُپ کھڑے رہے تو حضرت علی رض حضرت عمر رض سے کہنے لگے "بچہ ہے بے سمجھ اس نے یہ الفاظ کہہ دیئے"

حضرت عمر رض نے حضرت علی رض اور حضرت حسن رض کو ساتھ لیا۔ مسجد نبوی میں پہنچے وہاں بہت سے لوگ جمع تھے۔ حضرت عمر رض نے حضرت حسن رض سے کہا "بیٹا! تم نے مجھے اپنے نانا کا غلام کہا ہے۔ تو یہ لکھ دو" یہ لفظ لکھ دیئے گئے۔ حضرت عمر رض نے ان لفظوں کو سینے سے لگایا اور کہا " دیکھو! قیامت میں میرا معاملہ میرے رب کے سامنے پیش ہو تو یہی گواہی دینا"۔

اب حضرت علی رض سمجھے کہ یہ سارا قصہ حضرت عمر رض نے کیوں چھیڑا اور کیوں مسلمانوں کے درمیان لائے۔

آپ بھی سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ کیا بات ہوئی۔ سچی بات یہی ہے کہ حضرت عمر رض کو حضرت حسن رض کے نانا یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر فخر ہوا اور اسلامی عقیدے کے مطابق جو پیارے نبی ؐ کا غلام ہو جائے حضورؐ ہی کے کہنے پر چلے۔ اس سے بڑا مسلمان کون ہو سکتا ہے۔ حضرت عمر رض حضرت حسن رض کی اس بات سے خفا ہونے کے بدلے خوش ہوئے۔

ایک اور واقعہ سنیئے، اس سے معلوم ہو گا کہ حضرت عمر رض ان لوگوں کو کتنا عزیز رکھتے تھے، جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم عزیز رکھتے تھے، چاہے وہ غلام ہی ہوں۔ حضرت زید اور حضرت اسامہ بن زید کے بارے میں آپ پڑھ چکے ہیں اب کچھ اور لوگوں کے بارے میں پڑھیئے۔

ایک بار کچھ صحابہ رض حضرت عمر رض کے گھر بیٹھے تھے۔ آپ نے ان سے کہا کہ آپ لوگ جو بات سب سے زیادہ چاہتے ہوں بیان کریں۔ حضرت عمر رض کے کہنے سے ایک صاحب نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے اُحد (پہاڑ) کے برابر سونا دے اور میں وہ سب اللہ کی راہ میں خیرات کردوں"۔ کسی نے کہا "اللہ تعالےٰ مجھے دین کا بڑا عالم بنائے تاکہ میں خوب دین پھیلاؤں"۔ ایک اور بزرگ نے کہا کہ "میں جہاد کروں اور شہید ہو جاؤں تاکہ خدا مجھ سے آخرت میں میرے کاموں کا حساب نہ لے"، اور اس طرح سب نے اپنی اپنی خواہش بیان کی آخر میں حضرت عمر رض نے فرمایا، کہ "میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے گھر کو سلمان فارسی رض، صہیب رومی رض اور بلال حبشی رض جیسے لوگوں سے بھردے اور میں اُن کے درمیان بیٹھوں"۔

جن بزرگوں کا نام حضرت عمر رض نے لیا، یہ سب پیارے نبی ص کو بہت عزیز تھے اور صحابہ رض میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ سلمان فارسی رض کی عزت حضور ص اتنی کرتے کہ راتوں کو ان سے مشورہ کرتے۔ صہیب رومی رض کے بارے میں حضور ص نے فرمایا کہ یہ روم کا پہلا شخص ہے جو مسلمان ہوا اور حضرت بلال رض تو موذن ہی تھے، آپ کے گھر کے انتظام کرنے والے تھے۔

شہادت

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک شخص تھا اس کا نام فیروز تھا۔ فیروز پارسی مذہب کا ماننے والا تھا۔ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رض کا غلام تھا۔ اس کو مسلمانوں سے بڑا بیر تھا۔ وہ سب سے زیادہ حضرت عمر فاروق رض سے خفا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ فیروز فارس کا رہنے والا تھا اور فارس حضرت عمر فاروق رض کے زمانے میں فتح ہوا تھا۔ یہی قومی تعصب اس کے اندر تھا۔ وہ گھات میں رہتا کہ موقع ملے تو خلیفہ دوم کو موت کے گھاٹ اتار دے۔ آخر ایک دن وہ وہی کر گذرا جو اس کے دل میں تھا۔

حضرت عمر فاروق رض صبح کی نماز (نماز فجر) پڑھا رہے تھے۔ جماعت سے نماز ہو رہی تھی۔ سارے نمازی بڑی توجہ اور پورے دھیان کے ساتھ جماعت میں شریک تھے۔ اچانک فیروز خنجر لے کر آیا۔ اور آتے ہی حضرت عمر رض پر وار کرنے لگا۔ اس نے چھ وار کیے۔ ایک بار اس کا خنجر حضرت عمر فاروق رض کی ناف کے نیچے لگا۔ اس کے لگتے ہی آپ

نے ایک مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کو پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا تاکہ وہ نماز پڑھائیں اور خود گر پڑے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ نے جلدی جلدی نماز ختم کی۔

فیروز نے کچھ دوسرے مسلمانوں پر بھی وار کیے۔ انھیں زخم بھی آئے لیکن پھر وہ پکڑ لیا گیا جیسے ہی اُسے پکڑا گیا اس نے وہی خنجر اپنے مار لیا اور گر کر مر گیا۔ مسلمان حضرت عمر رضؓ کو اٹھا کر گھر لے گئے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا "مجھے کس نے قتل کرنے کی کوشش کی؟ بتایا گیا فیروز نے۔ یہ سُن کر بولے، اللہ کا شکر ہے کہ مجھے کسی مسلمان نے نہیں قتل کیا بلکہ کافر نے کیا"۔

اس بات چیت کے بعد دوا علاج کی دوڑ بھاگ شروع ہو گئی حکیم آیا۔ اس نے دوا دی لیکن دوا نے کام نہیں کیا۔ سب آپ کی زندگی سے ناامید ہو گئے۔ آپ سے کہنے لگے کہ جس طرح حضرت ابوبکر رضؓ نے اپنی زندگی میں خلیفہ چُن لیا تھا آپ بھی بتا جایئے کہ آپ کے بعد ہم کسے خلیفہ بنائیں؟

حضرت عمر رضؓ کو بھی اس کی بڑی فکر تھی۔ تمام صحابہ میں وہ ان صحابہ رضؓ کو سب سے بہتر سمجھتے تھے:-

(۱) حضرت علی رضؓ (۲) حضرت عثمان رضؓ (۳) حضرت عبدالرحمٰن

بن عوف رضہ (۴) حضرت سعد بن وقاص رضہ (۵) حضرت زبیر رضہ (۶) حضرت طلحہ رضہ ۔ حضرت عمر رضہ نے مسلمانوں سے کہا کہ ان میں سے کسی کو خلیفہ بنا لینا ۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ آپ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضہ بھی تو بہت قابل آدمی ہیں ۔ بڑے متقی ہیں ۔ رسول اللہ ؐ نے ان کی تعریف فرمائی ہے ، انھیں خلیفہ بنایا جائے ۔

یہ سن کر فرمایا کہ میرے بیٹے عبداللہ کو خلیفہ ہرگز نہ بنایا جائے ۔ یہ بات خلیفہ دوم نے اس لیے فرمائی تھی کہ کہیں ان کے بعد ان کے ان کے بیٹے ہی کو خلافت سونپ دیں اور اسلام میں بادشاہت کے طریقے پر خلافت بیٹے کو مل جائے خلیفہ نے یہ بھی نصیحت کی کہ جو شخص میرے بعد خلیفہ ہو ، اس کو چاہیے کہ وہ مسلم اور غیر مسلم سب کے حق ادا کرتا رہے ۔ خدا اور اس کے رسول ؐ کی طرف سے جو ذمہ داریاں خلیفہ پر ہیں ان کو پورا کرتا رہے ۔ جو غیر مسلم اسلامی حکومت میں رہتے ہیں اگر کوئی ان سے لڑے تو ان کے دشمنوں سے لڑا جائے ۔ اور ان کو جو حق دیا گیا ہے اس حق کا پورا پورا دھیان رکھے

اس طرح کی نصیحتیں کر کے اپنے بیٹے عبداللہ رضہ کو بلایا اور کہا کہ مجھ پر جو قرض ہو اسے میرا مکان بیچ کر ادا کر دینا ، پھر فرمایا کہ جاؤ حضرت عائشہ رضہ سے میری طرف سے کہو کہ میری قبر بھی

صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بنانے کی اجازت دے دیں۔

حضرت عمر رضؓ نے یہ اجازت اس لیے مانگی کہ حضور م حضرت عائشہ رضؓ کے حجرے ہی میں دفن کیے گئے تھے اور جب حضرت ابوبکر رضؓ کا انتقال ہوا تھا تو حضرت کے داہنی طرف انھیں دفن کیا گیا تھا۔ بائیں طرف جگہ خالی تھی یہ حضرت عائشہ رضؓ نے اپنے لیے رکھی تھی لیکن حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ نے جاکر اجازت مانگی تو ام المومنین رضؓ نے اجازت دیدی اور پھر حضرت عمر رضؓ کو حضور م کے پاس ہی دفن کر دیا گیا۔ اس طرح ۱۰ برس ۶ مہینے خلافت کا کام کر کے خلیفہ دوم زمین کے اندر جا سوئے۔ اللہ اُن پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے آمین!

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ

خاندان، پیشہ اور مزاج

حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ کو خلیفہ چُنا۔ حضرت عثمان رضؓ مکّے کے مشہور خاندان بنوامیہ کے سب سے اچھے آدمی تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نے اپنے بچپن میں ہی پڑھنا لکھنا سیکھ لیا تھا۔ اس وقت بہت کم لوگ پڑھے لکھے ہوتے تھے اس لیے پڑھے لکھے لوگوں کی بڑی عزت کی جاتی تھی۔ پڑھے لکھے ہونے سے حضرت عثمان رضؓ کو لوگ مانتے ہی تھے پھر یہ کہ جب وہ بڑے ہوئے اور انھوں نے تجارت شروع کی تو اللہ نے ان کی تجارت میں بڑی برکت دی۔ وہ تھوڑے ہی دنوں میں مکّے کے بہت بڑے مال دار آدمی ہوگئے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ بہت زیادہ مال دار ہوگئے تو

اُن کی اور زیادہ عزت ہونے لگی۔ مال دار لوگوں میں کچھ بُرائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مال دار آدمی بڑا کنجوس ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کو دیتا نہیں بلکہ دوسروں سے لینے کی فکر میں رہتا ہے۔ مال دار آدمی بڑا مغرور ہوتا ہے۔ وہ اپنے سے کم مالدار اور غریبوں کو اپنے سے چھوٹا آدمی سمجھنے لگتا ہے اور انھیں اپنے کہنے پر چلانے کی کوشش کرتا ہے ایسی ہی کچھ اور بُرائیاں مال دار لوگوں میں ہوتی ہیں لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ میں یہ بُرائیاں نہیں تھیں۔ وہ بڑے نرم دل کے تھے۔ غریبوں کے دُکھ کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اور اپنے پیسے سے دوسروں کی مدد کیا کرتے تھے۔ اُنھیں غرور بھی نہ تھا۔ وہ سب کی عزت کرتے تھے اُس زمانے میں لوگ شراب پینا بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت عثمان رضؓ نے کبھی شراب نہیں پی۔ ایک اچھائی تو اُن میں سب سے زیادہ تھی۔ وہ بڑے شرمیلے تھے۔ بے شرمی کی باتوں کو بالکل پسند نہیں کرتے تھے۔ دیکھا آپ نے! کیسے اچھے اور شریف آدمی تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

مسلمان ہونا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، کے دوستوں میں تھے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں دین اسلام پھیلانا شروع کیا تو حضرت

ابوبکر رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کو اسلام کی خوبیاں سمجھائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہٗ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ اُنھوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دُشمن اُنہی کے خاندان کے لوگ ہیں۔ وہ لوگ جانیں گے تو کیا کہیں گے۔

حضرت عثمان رضؓ کے مسلمان ہونے کے بعد ان کے خاندان والوں نے سُنا تو اُن کے سینے پر سانپ لوٹ گیا۔ ان کو بڑی شرم آئی کہ ان کے گھرانے کا ایک پڑھا لکھا اور مال دار اور جوان آدمی نبی صلی اللہ کا طرف دار ہوگیا۔ ان سب نے حضرت عثمان رضؓ کو بہت ستایا حضرت عثمان رضؓ تو سچے دل سے مسلمان ہوئے تھے۔ وہ اپنے اسلام پر جمے رہے۔

شادی

نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضؓ کا ایمان اتنا مضبوط دیکھا تو اپنی پیاری بیٹی رُقیہ رضؓ کی شادی ان کے ساتھ کر دی۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت رقیہ رضؓ کا انتقال ہو گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضؓ کا نکاح حضرت عثمان رضؓ سے کر دیا۔

حضرت عثمان رضؓ کے گھرانے والوں نے دیکھا کہ حضورؐ عثمان رضؓ پر بہت مہربان ہیں تو انھوں نے ان پر اتنا زیادہ ظلم کرنا اور ستانا

شروع کر دیا کہ برداشت سے باہر ہو گیا۔ دوسرے مسلمانوں پر بھی اسی طرح کے ظلم ہو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو رائے دی کہ وہ حبش چلے جائیں۔ یہ حکم پا کر حضرت عثمان رضؓ حضرت ام کلثوم رضؓ کو لے کر حبشہ کی طرف چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد سُنا کہ مکّہ کے سب ہی لوگ مسلمان ہو گئے ہیں۔ یہ خبر سُن کر مکّہ واپس چلے آرہے لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ وہ خبر غلط تھی۔ اب کیا کرتے۔ وہ مکّہ ہی میں پھر رہنے لگے اور گھر والوں کے ظلم سہتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور رضؐ کے پاس حکم آیا کہ مدینہ کو ہجرت کر جائیں آپؐ نے یہ حکم مسلمانوں کو سُنایا۔ مسلمان مکّہ چھوڑ کر مدینہ جانے لگے۔ حضرت عثمان رضؓ بھی مکّہ سے مدینہ ہجرت کر گئے۔ پھر جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی مدینے میں آگئے تو تن من دھن سے حضورؐ کا ساتھ دینے میں لگ گئے اور پھر عمر بھر اللہ کے دین کو پھیلانے میں لگے رہے۔

دین کی خدمت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے سے پہلے ہی بڑے اچھے آدمی تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد ان کی نیکیاں اور اچھائیاں بہت زیادہ بڑھ گئیں۔ اب ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ محبت بڑھ گئی۔ دل میں اللہ کا ڈر پیدا ہو گیا۔ وہ ہر وقت آخرت کے حساب کتاب سے

ڈرنے لگے ۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہت مال دار بنایا تھا۔ لیکن ان کو مال سے محبت نہیں تھی ۔ وہ اپنے مال سے غریبوں اور رشتہ داروں کی مدد کیا کرتے تھے ۔ اب وہ اپنا مال اسلام پر نچھاور کرنے لگے۔ مدینے میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مسجد بنائی تھی ۔ وہ مسجد چھوٹی تھی ۔حضرت حضرت عثمان رض نے اپنے پیسے سے اُسے خوب بڑھا دیا۔ مدینے کے پاس ایک جگہ پانی بہت کم تھا اور وہاں مسلمانوں کو دشمن یہودی اپنے کنوئیں سے پانی نہیں لینے دیتے تھے ۔ حضرت عثمان رض نے اپنے پیسے سے وہاں کنواں خریدا اور مسلمانوں کو دے دیا مسلمانوں کی دشمنوں سے لڑائیاں ہوتیں تو لڑائیوں کا زیادہ تر خرچ حضرت عثمان رض اٹھاتے ایک لڑائی میں تو پوری فوج کا تہائی خرچ اپنے ذمے لے لیا ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرنے لگے۔ دو لاکھ کی ایک رقم اپنے خاندان کے غریبوں کے لیے الگ کر دی تھی ۔ جس سے اُن کے گھر والے فائدہ اٹھاتے تھے۔

یہ تو ہم بتا ہی چکے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بچپن ہی سے بڑے شرمیلے تھے ۔ مسلمان ہونے کے بعد تو اور زیادہ شرمیلے ہو گئے وہ کبھی ننگے ہو کر نہیں نہاتے تھے ۔ بدن کا جو حصہ چھپانا اسلام میں فرض ہے حضرت عثمان رض کے بدن کا وہ حصہ کسی نے کبھی نہیں دیکھا۔

نبی صلے اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رض کی ان خوبیوں کی وجہ سے

ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔

ایک بار نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے قریش سے صلح کرنے کے لیے ان کو بھیجا۔ وہ مکہ گئے تو کافروں نے اُنھیں قید کر دیا۔ خبر یہ اُڑی کہ حضرت عثمان رض کو شہید کر دیا گیا۔ اس خبر سے حضور ص کو اتنا دُکھ ہوا کہ آپ نے بدلہ لینے کا ارادہ کر لیا۔ تمام صحابہ رض بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر اپنی جانیں نچھاور کرنے کے لیے تیار ہو گئے لیکن پھر خبر ملی کہ وہ خیریت سے ہیں تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ارادہ بدل دیا۔

ایک بار حضور ص صحابہ رض کے ساتھ بیٹھے تھے۔ اس وقت حضور ص کا گھٹنا ذرا ذرا دکھائی دے رہا تھا۔ اتنے میں سُنا کہ عثمان رضی اللہ عنہ آ رہے ہیں۔ یہ سُن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھٹ گھٹنہ چُھپا لیا۔ صحابہ رض نے پوچھا "حضور ص نے اب تک نہیں چھپایا اب کیوں چُھپا لیا"؟ فرمایا "عثمان رض آ رہے ہیں۔ ان کی حیا سے تو فرشتے بھی شرماتے ہیں۔"

اس طرح حضرت عثمان رض نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے رہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس رہتے رہتے ان کے اندر وہ تمام اسلامی خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں جو ایک مسلمان میں ہونا چاہئیں اللہ کا ڈر، رسول سے محبت، نماز کا شوق، قرآن کی تلاوت، نرم دلی

صبر و شکر، فیاضی اور خیرات اور اسی طرح کی ساری اچھائیاں ان
کے اندر جمع ہوگئیں۔ کیسے اچھے تھے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ،
ایک لطیفہ ایک بار مدینہ میں قحط پڑا۔ وہاں کی سب سے بڑی خوراک
کھجور تھی۔ وہ اس سال پیدا نہیں ہوئی۔ اس کی تجارت بھی نہ ہوسکی
تو باہر سے بھی مال آنا بند ہوگیا۔ اب تو لوگ پریشان ہونے لگے۔ بھوکوں
مرنے کی نوبت آگئی۔ اس زمانے میں حضرت عثمان رض نے باہر کے
ملکوں سے بہت زیادہ غلہ منگایا۔ مدینے میں یہ خبر پھیلی تو غلّے کی
تاجر غلّہ خریدنے دوڑ پڑے اور دونے تگنے منافع پر غلہ مانگنے لگے۔
حضرت عثمان رض نے جواب دیا کہ مجھے اس سے زیادہ منافع مل رہا
ہے۔ اب تو تاجر بہت حیران ہوئے۔ یہ خبر حضرت ابوبکر رض کو
کی گئی۔ حضرت ابوبکر رض اس وقت خلیفہ تھے۔ انھوں نے آکر کہا
کہ "اے عثمان! تم رسول اللہ ص کے داماد اور صحابی ہو تم کو پیسے
کا لالچ نہیں ہونا چاہیئے۔ اللہ کے بندے بھوکوں مر رہے ہیں اور تم
ہو کہ زیادہ سے زیادہ نفع کمانا چاہتے ہو۔ تم بتاؤ کہ تم کو سب سے
زیادہ منافع کون دے رہا ہے؟"

حضرت عثمان رض نے جواب دیا۔ "اللہ سب سے زیادہ
منافع دینے والا ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ یہ غلہ بیچ دیا۔ آپ خلیفہ

ہیں آپ یہ غلہ لے جائیے اور اللہ کے بندوں کو بانٹ دیجیے"

یہ سُنکر لوگ خوش ہو گئے اور کہنے لگے "بے شک عثمان رضؓ نے اس بار تجارت میں خوب نفع کمایا"۔

خلافت کا کام

یہی وجہ تھی کہ اس وقت کے سارے مسلمان حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کے بعد ان کو سب سے بڑا صحابی مانتے تھے اور اسی لیے حضرت عمر رضؓ کے بعد انہی کو خلیفہ بنایا گیا۔

حضرت عثمان رضؓ نے خلافت کا کام بڑے اچھے طریقے سے کیا وہ مال دار آدمی تھے۔ اس لیے تنخواہ نہیں لیتے تھے۔ خدا کے واسطے ہی خلافت کا کام کرتے تھے۔ ان کے زمانے میں بڑے بڑے ملک فتح ہوئے۔ پورا ایران اسلامی حکومت میں آیا۔ ایران کا بادشاہ نیروگرو انہی کے زمانہ میں مارا گیا۔ غزنی اور کابل کا ملک بھی فتح ہوا۔ پچھم کی طرف ایک بڑا ملک تونس بھی اسلامی حکومت کے تحت آگیا۔ حضرت عثمان رضؓ کے زمانے میں سمندری لڑائیوں کے لیے بحری بیڑہ بھی بنایا گیا اور وہ بہت کامیابی کے ساتھ سمندری ڈاکوؤں کا مقابلہ کرتا رہا۔ اسی بیڑہ کے سپاہیوں نے قبرص کا جزیرہ عیسائیوں سے چھین لیا اور اندلس پر بھی حملہ آور ہوا۔

حضرت عثمان رضؓ نے رعایا کے آرام کے لیئے بہت سے پُل بنوائے۔ سڑکیں بنوائیں، مُؤذنوں (اذان دینے والوں) کی تنخواہیں مقرر کیں۔ کیسے اچھے تھے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔

ایسے اچھے اور نرم دل خلیفہ کو کچھ فسادیوں نے شہید کر دیا۔ مسلمانوں کو آپ کی شہادت سے بڑا افسوس ہوا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بارہ برس خلافت کا کام کیا۔ یعنی ۲۴ھ سے ۳۵ھ تک۔ ان پر اللہ کی رحمت ہو۔ آمین

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ کے مشہور خاندان قریش کے ہاشمی گھرانے سے تھے۔ وہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا ابو طالب کے بیٹے تھے۔ اس رشتے سے وہ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ حضورؐ بچپن ہی سے اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ رہتے تھے۔ جب آپؐ کی شادی حضرت خدیجہ رضؓ سے ہو گئی تو آپ انہی کے ساتھ رہنے لگے۔ پھر جب حضرت علی رضؓ پانچ سال کے ہوئے تو حضورؐ نے ان کو بھی اپنے ساتھ رکھ لیا۔ اس طرح حضرت علی رضؓ کو بچپن ہی سے حضورؐ کے ساتھ رہنے کا موقع مل گیا۔ اللہ تعالیٰ نے بہت اچھا ذہن دیا تھا۔ وہ بچپن ہی سے حضورؐ سے بہت محبت کرنے لگے تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو نبی بنایا تو اُس وقت حضرت علی رضؓ دس برس سے کم ہی تھے۔ لیکن جیسے ہی حضورؐ نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا۔ حضرت علی رضؓ نے سنتے ہی آپ کو نبی مان لیا اور مسلمان

ہو گئے۔

کچھ دنوں کے بعد حضورؐ نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا۔ ہاشمی گھرانے کے مردوں کو بلالاؤ۔ حضرت علی رضؓ سب کو بلالائے تو ان سب کی خاطر داری کا انتظام انہی کو سونپا گیا۔ حضرت علی رضؓ اس وقت بارہ تیرہ برس کے نوجوان ہی تھے۔ لیکن اُنھوں نے بڑا اچھا انتظام کیا۔ سب کو کھانا کھلایا اس کے بعد حضورؐ نے ایک تقریر فرمائی۔ آپؐ نے اللہ کا دین پھیلانے کی طرف توجّہ دلائی۔ اس کے بعد پوچھا کہ اس کام میں کون میرا ساتھ دیتا ہے ؟

اس موقع پر کوئی بھی ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہوا تو حضرت علی رضؓ نے کھڑے ہو کر کہا کہ یہ صحیح ہے کہ میں سب سے چھوٹی عمر کا ہوں۔ دُبلا پتلا ہوں اور میری آنکھیں بھی آئی ہوئی ہیں پھر بھی میں آپ کا ساتھ دوں گا۔

حضرت علی رضؓ کی اس بات پر لوگوں کو بڑا تعجب ہوا کہ ایک نوجوان کی یہ ہمت! سچی بات یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ نے بارہ برس کی عمر میں یہ جو کچھ کہا، عمر بھر اس کو نبھایا۔ آگے چل کر مکہ کے قریش، عرب کے مشرکین اور یہودیوں سے بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں۔ ان ساری لڑائیوں میں حضرت علی رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔

اور ہر لڑائی میں بہادری سے لڑے۔ بڑے بڑے کٹھن موقعوں پر حضورؐ کا ساتھ دیا۔ جب حضورؐ حضرت ابوبکر رضؓ کے ساتھ مدینہ ہجرت فرما گئے تو حضرت علی رضؓ کو گھر میں اپنی جگہ سُلایا اور فرمایا کہ جتنے لوگوں کی امانتیں میرے پاس رکھی ہیں اُنھیں واپس کر دینا اس کے بعد خود بھی مدینے چلے آنا۔

حضرت علی رضؓ خطرے کو سمجھ رہے تھے۔ ہجرت کی رات میں کافروں نے حضورؐ کا گھیر لیا تھا اور طے یہ کیا تھا کہ صبح ہوتے ہی گھر میں داخل ہو کر (توبہ توبہ) حضورؐ کو قتل کر دیں گے۔ اس خطرناک موقع پر حضرت علی رضؓ حضورؐ کی جگہ چادر اوڑھ کر سو گئے۔ اور اس کی پروا نہیں کی کہ کہیں حضورؐ کے دھوکے میں لوگ انہی کو نہ قتل کر دیں۔

ہجرت کے بعد جب حضرت علی رضؓ مدینے پہنچے تو حضورؐ نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی اُن سے کر دی۔ حضرت علی رضؓ مدینے میں بھی حضورؐ ہی کے ساتھ رہتے تھے۔ شادی کے بعد الگ رہنے لگے۔ حالت یہ تھی کہ گھر میں بہت ہی غربت کا عالم تھا۔ حضورؐ نے ان کی غریبی کا خیال نہ کیا بلکہ یہ دیکھا کہ وہ ایک بہت ہی اچھے مسلمان اور دین دار شخص ہیں۔ حضورؐ نے پیاری بیٹی کو سمجھایا کہ میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کی جو میری نظر میں بہت اچھا اور مجھے

بہت پیارا ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضؓ کے کئی اولادیں ہوئیں۔ اُن میں سے حضرت حسن رضؓ اور حضرت حسین رضؓ سب سے زیادہ مشہور ہیں۔

حضرت علی رضؓ کے پاس کوئی جائداد نہیں تھی وہ محنت مزدوری کرکے اپنے بال بچوں کا پیٹ پالتے تھے۔ محنت مزدوری کرکے جو کچھ کما کر لاتے اس کا بڑا حصہ خیرات میں نکل جاتا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ کل آمدنی خیرات کرتے اور گھر میں آتے تو خالی ہاتھ ہوتے۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ بی بی فاطمہ رضؓ کھانا تیار کرتیں۔ سب مل کر کھانا کھانے بیٹھتے اور دروازے پر فقیر صدا لگاتا تو کھانا اُسے دیدیا جاتا اور گھر کے لوگ بھوکے سو رہتے۔ بھوکے سونے والوں میں بچے بھی ہوتے۔ گھر میں بچوں کو ایسی باتیں سکھائی جاتیں کہ وہ بھوکے ہونے کی شکایت نہ کرتے اور دوسروں کو دے کر وہ بھی خوش رہتے۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت علی رضؓ کبھی مالدار نہ ہو سکے۔ گھر میں ہمیشہ غریبی ہی رہی۔ بی بی فاطمہ رضؓ گھر کا کام خود کرتیں۔ باہر سے پانی بھر کر لاتیں۔ چکی پیستیں۔ کھانا پکاتیں۔ حضرت علی رضؓ یہ سب دیکھتے۔ انھیں ترس بھی آتا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ نبیؐ کے پاس باہر سے بہت سا مال غنیمت

آگیا۔ حضرت علی رضؓ نے گھر آکر بی بی فاطمہ رضؓ سے کہا کہ اس موقع پر جاکر حضورؐ سے کہیئے کہ ایک لونڈی دے دیں۔ یہ لونڈی گھر کے کاموں میں مدد کرے گی۔

حضرت علی رضؓ کے کہنے سے بی بی فاطمہ رضؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں لیکن شرم کے مارے کچھ نہ کہہ سکیں۔ خاموشی سے واپس چلی آئیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضؓ تھے تو غریب لیکن گھر کے سارے لوگ بڑے غیرت دار تھے۔ کسی سے کچھ مانگنا پسند نہ کرتے تھے۔

مدینہ آنے کے بعد کافروں سے حضورؐ کو بڑی سخت جنگیں لڑنی پڑیں۔ سب سے پہلی لڑائی بدر کے میدان میں ہوئیں۔ اس لڑائی میں دشمن کے بڑے بڑے بہادروں کو حضرت علی رضؓ نے مار گرایا پھر اُحد کی جنگ ہوئی تو اس میں بھی بڑی بے جگری سے لڑے۔ اسی طرح خندق کی لڑائی ہوئی تو عرب کے مشہور بہادر عمر بن عبدود کا سامنا کیا۔ وہ ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا لیکن حضرت علی رضؓ کی تلوار سے بچ نہ سکا۔ پھر جب خیبر پر حضورؐ نے فوج کشی کی تو یہ قلعہ حضرت علی رضؓ نے بڑھ کر فتح کیا۔ اس طرح جتنی لڑائیاں لڑی گئیں۔ حضرت علی رضؓ نے سب میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ہمیشہ اپنے دشمن پر فتح حاصل کی

کسی سے کبھی نہیں ہارے۔

یہ تو تھی حضرت علی رضؓ کی بہادری اور حضورؐ پر جان نچھاور کرنے کی کیفیت ۔ دین دار ہونے کے اعتبار سے بھی ان کا مقام بہت اونچا تھا۔ قرآن اور حدیث کی باتوں کو ایسی اچھی طرح سمجھتے تھے کہ بڑے بڑے لوگ اُن سے مشورہ کرتے ۔ حضورؐ کے بعد جب حضرت ابوبکر رضؓ خلیفہ ہوئے تو وہ بھی اُن سے مشورہ کرتے تھے ۔ حضرت عمر رضؓ جو دوسرے خلیفہ تھے اور خود بہت سمجھ دار آدمی تھے ۔ وہ بھی اُن کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے ۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اُن کی خوبیوں کو دیکھ کر جن چھ بزرگوں کو خلیفہ بنانے کے لیے کہا تھا ان میں حضرت علیؓ کا نام تھا ۔ چنانچہ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد مسلمانوں نے اُن کو اپنا خلیفہ چُنا۔

حضرت علی رضؓ نے خلیفہ ہونے کے بعد اسی طرح اسلامی حکومت کا کام کیا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکھا اور سمجھا گئے تھے ۔ قرآن و سنت کے موافق ہی سارے کام کیے ۔ نہ تو کسی سے دب کر کوئی کام کیا اور نہ کسی لالچ میں آکر انصاف کے خلاف کوئی بات کی ۔ نمونے کے طور پر نیچے ہم صرف تین واقعات لکھتے ہیں ۔

(۱) ایک بار حضرت علی رضؓ کے بھائی عقیل ان کے پاس آئے

اور اپنی ضرورت کے لیئے کچھ روپے مانگے۔ حضرت علی رضؓ نے بھائی کو جواب دیا کہ بیت المال میں جو کچھ ہے اللہ کا ہے اور وہ اللہ کے مستحق بندوں کے لیے ہے۔ میں اللہ کی امانت میں خیانت نہیں کر سکتا۔ میرے پاس اپنا مال کچھ نہیں ہے جس میں سے دوں۔

یہ کہہ کر خالی ہاتھ بھائی کو واپس کر دیا۔ عقیل حضرت علی رضؓ سے ناراض ہو گئے اور مدینے سے شام کی طرف چلے گئے اور پھر وہیں رہنے لگے۔

(۲) ایک بار حضرت علی رضؓ کی زرہ گم ہو گئی۔ وہ زرہ ایک یہودی کے پاس نکلی۔ اُس سے طلب کی گئی تو اُس نے اپنی بتائی۔ حضرت علی رضؓ نے اسلامی عدالت میں دعویٰ کر دیا۔ اس وقت مدینے کی اسلامی عدالت کے قاضی شریح رحؒ تھے۔ قاضی شریح رحؒ نے حضرت علی رضؓ سے گواہ مانگے۔ انہوں نے گواہی میں اپنے بیٹے حسن رضؓ اور غلام عنبر کو پیش کیا۔ قاضی شریحؒ نے یہ گواہیاں رد کر دیں اور کہا کہ ان میں سے ایک بیٹا اور دوسرا غلام ہے کوئی اور گواہی لاؤ۔

حضرت علی رضؓ دوسری گواہیاں پیش نہ کر سکے۔ تو زرہ یہودی کو دے دی گئی۔

یہ انصاف دیکھ کر یہودی کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے کہا کہ اسلام کی عدالت میں خلیفہ ایک عام آدمی کے برابر کھڑا کیا جاتا ہے۔

اور فیصلہ کرنے میں کسی کی طرف داری نہیں کی جاتی ہے۔ یہ کہہ کر یہودی مسلمان ہوگیا۔ پھر اس نے کہا کہ یہ زرہ حضرت علی رض ہی کی ہے لیکن پھر حضرت علی رض نے زرہ اسی کے پاس رہنے دی اور عدالت سے چلے آئے۔

(۳) ایک بار کچھ لوگ گرفتار کرکے حضرت علی رض کے سامنے لائے گئے۔ الزام یہ تھا کہ یہ لوگ آپ کو گالیاں دیتے ہیں اور آپ کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ اندیشہ ہے کہ یہ لوگ آپ کے باغی ہوجائیں اس لیے اُن کو قید کردینا چاہیئے۔

حضرت علی رض نے جواب دیا کہ جب تک یہ لوگ جرم نہ کریں میں ان کو سزا نہیں دے سکتا۔ رہ گئی گالیاں دینے اور مجھے بُرا کہنے کی بات تو میں ان باتوں کا جواب نہیں دیتا۔ تم چاہو تو گالیوں کے بدلے اُنھیں گالیاں دو۔ مگر گالیاں بکنا خدا کو پسند نہیں ہے۔

اس جواب کے بعد وہ سب قیدی چھوڑ دیئے گئے۔ اس طرح پانچ برس سے کچھ کم حضرت علی رض نے خلافت کا کام کیا۔ خلیفہ ہونے کے بعد آپ کو ایک مشکل کا اور سامنا کرنا پڑا لیکن اُنھوں نے ہر مشکل کو جھیلا اور اللہ کے راستے سے نہ ہٹے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ ایسے اچھے خلیفہ کے کچھ لوگ مخالف ہوگئے اور انھوں نے بہت سے لوگوں

اپنا طرف دار بنالیا اس کے بعد حضرت علی رض سے لڑے مگر جو لوگ جانتے تھے کہ حضرت علی رض ہی حق پر ہیں انھوں نے ان لڑنے والوں کا ساتھ نہیں دیا۔ ان لڑائیوں میں حضرت علی رض ہی جیتے اور انھوں نے ہارنے والوں کو معاف کر دیا وہ سب بھی مسلمان تھے۔

ایسے اچھے خلیفہ کو ایک ظالم نے رمضان جیسے مبارک مہینے میں اس وقت شہید کر دیا جب کہ آپ فجر کی نماز کے لیے مسجد جا رہے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس طرح ۴۰ھ میں اسلام کا چوتھا خلیفہ اس دنیا سے اٹھ گیا پھر کوئی ایسا خلیفہ نہ ہو سکا جسے مسلمان اس طرح کا خلیفہ کہہ سکیں۔ جیسے حضرات ابوبکر رض، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم تھے۔ یہ چاروں پیارے خلیفہ خلفائے راشدین کہلاتے ہیں۔ خلفائے راشدین کے معنی یہ ہیں کہ اللہ اور اللہ کے رسول ص کے بنائے ہوئے قاعدے کے مطابق خلافت کا کام ٹھیک کرنے والے۔ ان سب نے مل کر تیس برس خلافت کا کام کیا۔ اللہ ان سب پر اپنی رحمت نازل فرمائے اور ہمیں ان کی پیروی کی توفیق بخشے۔ آمین۔

خلافت راشدہ کی خاص باتیں

(۱) خلافت راشدہ کی پہلی خاص بات یہ تھی کہ تمام مسلمان کسی دباؤ اور لالچ کے بغیر اپنے میں سے سب سے اچھے مسلمان کو اسلامی حکومت کا کام کرنے کے لیے چُن لیتے تھے۔ خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اسی طرح خلیفہ چُنا گیا تھا۔

(۲) اگر کوئی خلیفۂ راشد سمجھدار مسلمانوں سے مشورہ کر کے اپنی زندگی ہی میں کسی کو خلیفہ چُن دیتا تھا یعنی یہ کہہ دیتا تھا کہ میرے بعد ان کو خلیفہ بنانا تو سارے مسلمان اس کے بعد اسکے چُنے ہوئے شخص کو خلیفہ مان لیتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی طرح وصیت فرمائی تھی۔

(۳) اگر کوئی خلیفہ اپنی زندگی میں کئی آدمیوں کے نام بتا کر

یہ کہہ دیتا تھا کہ ان میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لینا تو مسلمان اُن ہی میں سے ایک کو خلیفہ چُن لیتے تھے ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں چھ بزرگوں کے نام بتا دیئے تھے مسلمانوں نے ان ہی میں سے حضرت عثمان رضؓ کو خلیفہ چُنا تھا ۔

نوٹ ۔ خلفائے راشدین کی اولاد میں بڑے اچھے اور قابل لوگ ہوئے لیکن اُنھوں نے یہ پسند نہیں کیا کہ اپنی جگہ اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو اپنی زندگی میں خلیفہ چُن دیتے اور کہہ جاتے کہ میرے بعد میرے اس بیٹے کو خلیفہ بنانا ۔ کچھ لوگوں نے حضرت عمر رضؓ کو یہ رائے دی تھی کہ آپ کے فرزند حضرت عبداللہ بہت ہی سمجھدار اچھے اور سچے مسلمان ہیں آپ اپنے بعد اُن کو خلیفہ چُن دیں لیکن حضرت عمر رضؓ نے اس رائے کو پسند نہیں کیا بلکہ فرمادیا کہ میرے بعد میری اولاد میں سے کسی کو خلیفہ ہرگز نہ بنایا جائے ۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ بزرگ خلافت راشدہ (اسلامی حکومت) کو بادشاہت نہیں سمجھتے تھے کہ باپ کے بعد بیٹا اس کی جگہ تخت پر بیٹھے ۔ یہ بزرگ اسلامی حکومت کو اللہ کی امانت سمجھتے تھے ۔ وہ ڈرتے تھے کہ محبت میں آکر اپنے ہی قابل بیٹے کو خلیفہ بنا جائیں اور اس سے زیادہ اچھا سچا اور قابل مسلمان موجود ہو اور اس طرح امانت میں خیانت

ہو جائے۔

کچھ لوگوں نے حضرت علی رضؓ سے پوچھا "کیا ہم آپ کے بعد آپ کے پیارے بیٹے حضرت حسنؓ کو خلیفہ بنالیں؟" فرمایا "میں نہ تم کو اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ روکتا ہوں۔ تم لوگ خود اچھی طرح سمجھ سکتے ہو" ایک اور شخص نے اسی طرح کی بات کہی تو فرمایا "میں مسلمانوں کو اسی حالت میں چھوڑوں گا جس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا

(۴) خلافت راشدہ کے چاروں خلیفہ (حضرت ابو بکر رضؓ حضرت عمر رضؓ، حضرت عثمان رضؓ، حضرت علی رضؓ) سمجھ دار لوگوں کے مشورے سے اسلامی حکومت کا کام کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کو جمع کر بات ان کے سامنے رکھتے اور سب سے پہلے یہ سوچتے کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟۔ اگر قرآن میں اس بات کے بارے میں حکم مل جاتا تو سب اسی کو مان لیتے۔ اگر قرآن میں صاف صاف حکم نہ ملتا تو یہ معلوم کرتے کہ پیارے رسولؐ نے اس بات کے کرنے کے لیے کیا فرمایا ہے یا کر کے دکھایا ہے؟۔ اگر پیارے رسولؐ کی زندگی میں ایسی بات نہ ملتی تو پھر سب مل کر سوچتے اور پھر جو سب کی رائے ہوتی۔ خلیفہ وہی کرتا تھا۔

(۵) پیارے رسولؐ کے چاروں پیارے خلیفہؓ (خلفائے راشدین) بیت المال

(اسلامی خزانے) کو اللہ اور اللہ کے بندوں کا مال سمجھتے تھے۔ اس مال میں سے ضرورت سے زیادہ مال لینے سے ڈرتے تھے۔ اپنا خرچ عام آدمی کے خرچ کے برابر لیتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے تو مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میں نے بیت المال سے جو کچھ لیا ہے، میرے بعد میرا مکان اور جائداد بیچ کر واپس کر دیا جائے۔ حضرت عثمانؓ بیت المال سے کچھ نہ لیتے تھے۔

حضرت عمرؓ نے ایک بار ایک پیارے صحابی حضرت سلمان فارسیؓ سے پوچھا "میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟"۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ اگر آپ ایک پیسہ بھی ناجائز طریقے سے لیں گے تو آپ بادشاہ کہلائیں گے پھر آپ خلیفہ نہیں ہو سکتے۔

(۶) اسلامی حکومت کا کام قرآن و سنت اور اچھے سچے اور سمجھ دار مسلمانوں کے فیصلوں کے مطابق کیا جاتا تھا۔

(۷) اسلامی عدالت میں اسلامی قانون کے آگے خلیفہ اور ایک عام آدمی برابر مانا جاتا تھا۔ انصاف سب کے لیے برابر تھا۔ کسی کی رعایت نہیں کی جاتی تھی۔

(۸) غیر مسلم لوگوں سے تعصب نہیں ہونا تھا۔ کسی کو مسلمان نہ ہونے کی وجہ سے ستایا نہیں جاتا تھا۔ غیر مسلموں کو اپنے مذہب کے بارے میں پوری آزادی تھی۔

(۹) اگر خلیفہ غلط کام کرنے کا ارادہ کرتا تو ہر شخص اُسے روک اور ٹوک سکتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بڑھیا نے ڈانٹ دیا تھا اور حضرت عمر رضؓ نے اُس کی رائے مان لی تھی۔